جناب مولانا حامد حسن قادری اینڈ دی آرٹ آف دی کرونوگرام

۱۹۸۸ء

ڈاکٹر خالد حسن قادری

جناب مولانا حامد حسن قادری اینڈ دی آرٹ آف دی کرونوگرام

۱۹۸۸ء

ڈاکٹر خالد حسن قادری

سلیکشنز آف پروفیسر قادری ز کرونوگرامز

۱۹۸۸ء

اشاعتِ اوّل جولائی ۱۹۸۹ء ـ ۵۰۰

مطبع: انجمن پریس، نشتر روڈ کراچی

متابعت کاپی رایٹ ایکٹ
۱۹۸۸ء

آوارہ گشتہ ـ بدنام کنندۂ نیکونامے چند
۱۴۰۸ھ

صاحبِ تصنیفِ تاریخ گوئی
۱۹۸۸ء

قیمت ۱۲۰ روپے

ناشر: قادری اکادمی، اے ـ ۵۹۵، گلشنِ اقبال،
بلاک ۳، کراچی

عجیب دلچسپ و مسرّت خیز

۱۴۰۸ھ

تواریخ عدیم البدل

۱۴۰۸ھ

قطعات حضرت

۵۸۰ + ۱۴۰۸ھ

۱۹۸۸ء

علامہ روزگار حضرت والاجناب حامد حسن قادری

۵۸۰ ۱۴۰۸ھ ۵۸۰

۱۹۸۸ء ۱۹۸۸ء

تدوین نوادر تاریخ گوئی

۱۹۸۸ء

ضمیمہ لطایف رنگیں پیام

۱۴۰۸ھ

بے بدل تاریخوں کے دل چسپ اقتباس

۱۹۸۹ء

راقم خالد حسن قادری

۱۴۰۹ھ

آثار تاریخ

وارداتِ انتقالِ ناگہانی

افضل الفاضلین عالیقدر مولوی احمد حسن صاحب محدث بَرَّدَ اللّٰہُ العَلِیُّ مَضجَعَہٗ

انار اللّٰہ برہانہ وجعل الجنۃ مثواہ

مستخرجہ ناچیز ازلی حامد حسن قادری

وَاللّٰہُ لَہٗ اَجرٌ عَظِیم

مادہ از کل بیت آخری

از سنہ ہجرت بماہِ ذُو میں	چہلم ذبح امام السیدین
بعدِ نصف اللیل درخُلدِ بریں	رفتہ بر لب ذکر رب العالمین
کاملِ دینِ ہُدا احمد حسن	رَحمۃُ اللّٰہِ علی احمد حسن

۱ ۳ ۳ ۴ ۱

تاریخ عقیقہ جناب سید عابد حسن صاحب کانپوری کہ بعہد پیری ادا کردند

کانپور سے عظیم الحق نے اطلاع دی کہ رمضان میں بھائی عابد حسن صاحب کا عقیقہ ہوا جو صحیح وقت پر کسی حادثہ کے سبب نہ ہو سکا تھا۔ سر مونڈا گیا۔ دو بکرے ذبح ہوئے۔ جشن ہوا۔ ڈھول بجے۔ میں نے فوراً ۱۲ شوال ۱۱ فروری ۱۹۳۱ء کو یہ تاریخ لکھ کر عابد حسن صاحب کو بھیج دی۔ انھوں نے جواب میں اس ہجو مرتب کا شکریہ ادا کر کے لکھا کہ وہ شب قدر میں مراقب تھے کہ خواب و بیداری کی درمیانی حالت میں ان کے کان میں ایک آواز آئی کہ "عقیقہ کر ڈالو"۔ چنانچہ صبح کو اس حکم کی تعمیل کر دی گئی

۱

مسنون ہے عقیقہ کوئی فرض تو نہیں — پیری میں کیا ضرور اسے لائیے بجا

رنگیں دل سے دور نہیں ہے مگر یہ جشن — ہاں شادیانے گائیے ڈھولک بجا بجا

عابد میں زہدِ خشک کا ہوا نہیں ضرور — زندہ وہی ہے عیش کو جس نے نہیں تجا

تو طفل بن۔ جواں تو بنا ہی کیے ہیں پیر — تو ریشخندِ خلق پر اے زندہ دل نہ جا

تاریخ یہ کہے جو کوئی تو برا نہ مان

ریشِ دراز پر یہ عقیقہ نیا سجا

۱ ۳ ۴ ۹

تاریخ دیگر

عقیقہ نکردی چرا پیش ازیں — چہل سال عمر عزیزت گذشت

بگویم چرا گرچہ بے جاست ایں — مزاج تو از حال طفلی نگشت

بجز چرا اعداد جا (۲) — ۱ ۳ ۴ ۰

تواریخ ترجمۂ رباعیات حضرت مولٰنا سلطان ابوسعید ابوالخیرؒ

دعاے آغاز و انجام بجناب ایزد جلیل

یا رحمٰن انک مُنیسر   رب یسّر ولا تعسّر

و تمم بالخیر یا ربنا القادر

۱ ۹ ۲ ۹

سرورق تاریخی		سرورق تاریخی
خزانۂ رباعیات	۳۰۰	**صدر رباعی**
	۵	از
گنج نایاب مصنفات مولانا ابوسعید ابوالخیر	۳۰۰	کلام بعیدیل ابوسعید
مع ترجمۂ اردو واز قلم سیہ کار حامد حسن قادری	۰۰۰	مترجمہ
لکچرر فارسی اردو سینٹ جانس کالج آگرہ ۱ ۹ ۲ ۹	۴۰۹ ۱۳۴۹ ار	حامد حسن قادری

آغاز و ختم دیباچہ پر تخمیس

از قلم مترجم حامد حسن قادری
۱ ۳ ۴ ۸

ختم دیباچہ رباعی
۱ ۳ ۴ ۸

سرورقِ تاریخی

(اس جدید اردو کورس میں پہلا امتحان بی اے ۱۹۳۸ء میں ہوگا)

نصاب اردو بی اے آگرہ یونیورسٹی

چمنستانِ نثر

یعنی

مضامین مشاہیر ادبیاتِ جدید

مرتبہ

پروفیسر مولوی محمد طاہر فاروقی

آغازِ زمانِ نفاذ
۱۹۳۸ء

تاریخ خریداری بائیسکل خاکسار حامد حسن قادری

۴ مارچ سنہ ۱۹۲۲ء کو میں نے ذریعے بائیسکل خریدی۔ مولوی مظفر علی صاحب طالب نے اصرار کر کے قیمتی سائکل دلوادی۔ اسی دن یہ تاریخ کہی۔

رائے تھی عابد و طالب کی یہی — آدمی لے تو پھر اچھی سی لے
اور مری رائے میں بہتر یہ ہے — پاؤں چادر کے مطابق پھیلے
سائکل لینی تھی معمولی سی — کہ نہ تھے پاس روپیوں کے تھیلے
میں تو سستی میں وہی لے لیتا — جسکے ٹائر بھی تھے میلے میلے
لیکن ارشاد یہ طالب نے کیا — ہم سے جتنے کی ضرورت ہے لے

کیا نتیجہ ہوا سنئے تاریخ
ماۃ عشر کی لی ہے رَیلے
۱ ۳ ۴ ۲

تاریخ تعمیر مسجد شبلی منزل اعظمگڈھ

سال تعمیر این بنائے نکو — یافتم من ز سعدیِ حق گو
روزِ محشر کہ جاں گداز بود — اوّلیں پرسشِ نماز بود
۱۹۳۱

سرورقِ تاریخی

(برادرزادۂ عزیز زاہد حسن فریدی کی بیاض پر لکھا گیا)

بہارِ انتخابِ کلام

۱۳۵۲ھ

یا

بے مثال آئینۂ شعر و سخن

یعنی

بیاضِ زاہد حسین صاحب فریدی

۱۳۶۶ھ

بلبلِ گلزارِ شعر و غزل

تواریخِ مسرّت بیز

۱۹۳۶

بہنگامِ سعیِ نکاحِ ثانی ڈاکٹر فصیح الدین بچھرایونی بمقامِ آگرہ

(۱)

شادی کی اندنوں ہے ضرورت فصیح کو — ذکر اسکا ہے ہر ایک عزیز و قریب سے

لیکن جو ایک خوش ہے تو ناخوش ہے دوسرا — لوگوں کے اختلاف ہیں اس میں عجیب سے

کہتا ہے اک، سہانے ہیں یہ ڈھول دور کے — کیا جانیے کہ نکلیں گے کیسے فریب سے

کہتا ہے کوئی سونے کی چڑیا ملی ہے یہ — خوبیِ اتفاق سے، حسنِ نصیب سے

حیران ہے فصیح کہ کیا فیصلہ کرے — بنتی نہیں ہے بات بنائے غریب سے

لوگو کوئی علاج کرو اس مریض کا — گو عشق کی دوا نہیں ممکن طبیب سے

اسکو یہی ہے فکر، یہی دھن، یہی خیال — فریاد ہے اسی کی خدائے مجیب سے

تاریخ میں نے بھی یہ دلِ فکر سے کہی
ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

(۲)

بن گیا عاشق نا دیدہ فصیح — کچھ نہو تو غم الفت ہی سہی
کہتا ہے لوگوں کے طعنے سنکر — عشق مجھکو نہیں وحشت ہی سہی
آپ ہی آپ کہا کرتا ہے — میری وحشت تری شہرت ہی سہی
تم کوئی ترک وفا کرتے ہیں — نہ سہی عشق مصیبت ہی سہی
ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے — بے نیازی تری عادت ہی سہی
یار سے چھیڑ چلی جاتی ہے — کچھ نہیں ہے تو شکایت ہی سہی
کچھ تعلق تو لگا رہتا ہے — گو فقط ذکر حکایت ہی سہی
مل تو جاتا ہے کبھی لطف طواف — اسکے کوچے کی بدولت ہی سہی
محبت عقد ہے مقصود فصیح — حجت گو طعنۂ شرمت ہی سہی
کاٹنا عمر کا مقصد تھا اسے — کچھ نہ کچھ کوٹ تو گیا مت ہی سہی

جان مجروح سے نکلی تاریخ
گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

(۳)

آبیاری تو کرو کوشش سے — پھل بھی دیجا ئے گا یہ پیڑ فصیح

پھل ہی سے نکلے گا یہ نشو آخر — تم سے کٹنے جاؤ مگر اپڑ فصیح

ہارنا دل نہ تم اس میدان میں — گو رقیبوں سے ہو مڈبھیڑ فصیح

عقد کے فکر کی حامد تاریخ

کہدو۔ خوبوں سے رہے چھیڑ فصیح

(۴)

مشغلہ ہے فصیح کا دن رات — ذکر منگنی کا اور نکاح کی فکر

تم بھی تاریخ اسکی اے حامد — کہدو۔ ہے نصف عیش عیش کا ذکر

(۵)

اللہ کہیں بیاہ کرادے فصیح کا — جلدی کہیں سے اسکو سنادے نوید عیش

ہر وقت ذکر سنتا ہوں منگنی کا بیاہ کا — تاریخ میں نے لکھی ہے۔ ذکر امید عیش

(۲)

نہ دنیا کا ذکر اور نہ عقبیٰ کی فکر — فقط ذکرِ شادی ہے اور فکرِ عیش

مبارک ہو سعیِ نکاحِ فصیح — یہ تاریخ ہے۔ بامزہ ذکرِ عیش

(۲)

ہر جوانوں کے حق میں عقدِ نکاح — دلِ غمگیں کا مرہم شادی

غم میں شادی کے اندنوں ہے فصیح — ہوئی تاریخ بھی۔ غم بشادی

(۳)

اسدرجہ جو شوق خانہ آبادی ہے — شادی میں فصیح سلب آزادی ہے

دنیا ہو جو اشتہار۔ عنوان کیلئے — تاریخ ہوئی۔ ضرورتِ شادی ہے

---

۱۵ اگست ۱۹۳۲ء

ہدیۂ مستزاد مع تاریخِ نکاح

۱۹۳۲

(۱۲ اگست ۱۹۳۲ء کو منگنی ہوئی اور ۲۰ اگست کو نکاح قرار پایا)

(منگنی کی خبر سنتے ہی یہ تاریخیں کہی گئیں)

(۱)

ماما بولی یہ اندھیر — چٹ منگنی پٹ بیاہ — گویا تھیں بیٹی سے سیر — چٹ منگنی پٹ بیاہ

میں نے سال عقد لکھا — اور ماما سے کہا — کہدے، تو بی کیسی دیر — چٹ منگنی پٹ بیاہ

(۲)

کہتی تھی ماما سنیو نورا — چٹ منگنی چٹ بیاہ — کیسا ہے بیتاب ہُوا — چٹ منگنی چٹ بیاہ

برسوں رہتے ہیں پیغام — تب بنتا ہے کام — شادی ہو یا کوئی جُوا — چٹ منگنی چٹ بیاہ

اس پر دل کی نہری صلاح — لکھئے سال نکاح — صادق اب یہ قول ہوا — چٹ منگنی چٹ بیاہ

(۲۰ اگست کو معلوم ہوا کہ تعداد مہر میں فریقین کے درمیان اختلاف ہو گیا اور نکاح ملتوی ہو گیا)

قاضی کا نہیں خوف جو دو دل رہیں راضی — ہوتا نہیں پھر کچھ اثر بیشی و کم مہر

ہر مہر کی تکرار سے رنجور نصیح آہ — اس واسطے تاریخ ہے تیر ستمِ مہر

تاریخِ فسخِ عزمِ نکاحِ فصیح
بسببِ الزام ناروا

نوشتۂ ۱۹ و ۲۲ اگست ۱۹۳۶ء

ہیں گرچہ فصیح زندہ دل بھی — لیکن ہیں وہ نیک دل مسلماں
شوخی و مزاح بھی ہے اُن میں — لیکن نہیں یہ عیوبِ انساں
گانے بھی ہیں وہ کہ خوش گلو ہیں — یہ بھی ہے مگر عطائے یزداں
گو اُن میں نہیں ہے خشکیٔ زہد — رندی بھی نہیں بحدِّ عصیاں
ہے ڈاکٹری میں ذہن روشن — دعوے میں نہیں مسیحِ دوراں
شو فیکٹری کے بن کے ایجنٹ — گردش میں ہیں مثلِ چرخِ گرداں

اسلاف تھے ان کے قابلِ فخر — اربابِ علوم و اہلِ عرفاں
برکت یہ اُنھیں کی ہے کہ یہ بھی — ہیں خلق نکو سے گل بداماں
ہے آجکل ان کو عقد کی فکر — دن رات ہیں بس اسی میں کوشاں
اک روز وہ کھیلتے تھے شطرنج — آ نکلے اُدھر جنابِ مُلّاں[1]
تھا ان کی بہن کو ان کا پیغام — ممکن تھا بر آئے جلد ارماں
کیا جانئے کیا جناب سمجھے — گھر جا کے کہا، سنا کچھ اتاں؟

---

[1] اصلی نام مخفی رکھنے کیلئے یہ لفظ تراشا گیا ہے۔ وہ اسی کے ہم وزن و ہم قافیہ ہے۔

لڑکا وہ قمار باز نکلا — دیکھ آیا میں اپنی آنکھ سے ماں

پھر کیا تھا، وہ آفتِ جان اُن کی — لیکر غیظ و غضب کا طوفان

آئیں اور خوب روئیں پیٹیں — اور پھر ہوئیں یوں وہ گوہر افشاں

بولیں کہ بچا لیا خُدا نے — ہے اس کا ہزار شکر احسان

بیٹی کی بھلی ہی سمجھو تقدیر — ہونا نہ پڑا ہمیں پشیماں

کھلتا جو یہ حال عقد کے بعد — کیا ملتا سوا سے یاس و حرماں

ہم سمجھے تھے ہیں شریف یہ لوگ — نیکوں کو نہیں چلن یہ شایاں

ہر چند کہا کہ جھوٹ ہے یہ — کوسوں ہے جوئے سے وہ گریزاں

شطرنج تو کھیلتے ہیں سب لوگ — حُرمت نہیں ثابت و نمایاں

ٹینس، شطرنج اور کیرم — تفریح کے ہیں فقط یہ ساماں

گو لہو و لعب ضرور ہیں یہ — زنہار نہیں جُوے کا امکاں

تم خود بھی ہو مولوی کی بیوی — گھر علم و ہنر کا مخزن و کاں

بیٹا ہے بفضلہٖ تمہارا — ہمنامِ امامِ اعظم الشاں

مومن کی طرف سے بدگمانی — ہے صاف خلافِ حکمِ قرآں

لیکن نہ سمجھ میں اُن کی آیا — اپنی ہی سے کیے گئیں وہ ناداں
مارا تھا جو مولوی نے کانٹا — اس کانٹے نے چھید دی رگِ جاں
بہتان عظیم نے کیا آہ — سب عیش کا گھر تباہ و ویراں
راضی نہوئیں نکاح پر وے — وہ جانیں اور اُن کا دین وایماں

ھاتف اس واقعہ کی تاریخ
لکھدو۔ اثرِ فسونِ بہتاں

(۲)

نیست ہرگز قمار باز صحیح — گرچہ از لہو ولعب تائب نیست
پند و تاریخ ھاتف اے مُلّاں — گوش کُن۔ افترا مناسب نیست

(۳)

بمفتیِ مُلّاں بگو اے صحیح — کہ پسند آزار در حقِ من
بتاریخ گو مصرعے حسب حال — مبر ظنِ اِقتار در حقِ من

۱؎ [illegible]
۲؎ [illegible]

تاریخِ ولادت

فرزندِ ارجمند بخانہ عزیزم سیّد نور محمد سرور اکبر آبادی
فرزند رشید جناب محترم حکیم سیّد قمر احمد صاحب قبلہ غنی بستی آگرہ

مبارک آپ کو پوتا حکیم صاحب ہو
دیا ہے نورِ محمّد کو حق نے نورِ نظر
یہ قادری نے ولادت کی لکھ دی اک تاریخ
کہ "خوب چمکے الٰہی یہ بے قمر کا قمر"[1]

۷۸ ہجری ۱۳

احقر
حامد حسن قادری

[1] مندرجہ بالا قطعہ تاریخ کاتب سے نقل کرایا گیا ہے۔

تاریخ انقلاب شاہی ایڈورڈ

۱۹۳۶ء

{تاج سے دست برداری}
۱۳۵۵

شاہ برطانیہ و قیصر ہند ملک معظم ایڈورڈ ہشتم جنوری ۱۹۳۶ء میں اپنے والد بزرگوار جارج پنجم کی جگہ تخت نشین ہوئے۔ بادشاہ سلامت سالہا سال سے ایک عورت کے دام عشق میں گرفتار تھے۔ کہتے ہیں کہ اس عورت نے ۱۹۱۶ء میں ایک شخص ونفیلڈ اسپنسر سے شادی کی تھی اور ۱۹۲۷ء میں اس سے طلاق لے کر دوسرے شخص ارنسٹ سمپسن سے نکاح کیا جس کو اور پھر دس سال بعد اکتوبر ۱۹۳۶ء میں دوسرے شوہر سے بھی آزادی حاصل کر لی۔ اس مرتبہ بادشاہ سلامت کی زینت پہلو بننے کے لئے آمادہ ہوئیں۔ وزراء برطانیہ نے شاہ ایڈورڈ کو اس نکاح کی اجازت نہیں دی۔ تو بادشاہ نے حکومت سے دست برداری کر لی۔ اور ان کے بھائی جارج ششم تخت نشین ہو کر بادشاہ ہو گئے۔ ۱۱ دسمبر ۱۹۳۶ء کو ... اب شاہ سابق ڈیوک آف ونڈسر کہلاتے ہیں۔ اپریل ۱۹۳۷ء میں ... مسز سمپسن سے نکاح کر لیا۔

(۱)

شہنشاہ اڈورڈ شاہی کند ترک
بعشق مسز سمپسن شوخ طرار

چو تاریخ جستم ندا آمد از غیب
کہ از تخت و خیل و حشم دست بردار

۲۴۰۰ - ۴۶۴
۱۹۳۶ء

(۲)

جو اڈورڈ کی بدلی تقدیر شاہی
کہی میں نے تاریخ تغییر شاہی
۱۹۳۶

(۳)

دل مسز سمپسن میں اٹکا تھا
کچھ دنوں بیدلی سے راج کیا

ہوئی تاریخ دست برداری
نذر سودائے عشق تاج کیا
۱۹۳۶

(۴)

زآغازِ می نمود خردمند شاہ ما — این کار کرد لیک عجب نادرست او

تاریخِ ترکِ شاہیِ اڈورڈ ہشتم است — از تاج در ہوائے زنے دست شست او
۱۹۳۶

(۵)

این فرود آمد آں تخت نشست — ہر کرا دادہ اند بخت جدا

گفتہ ام حسبِ حال تاریخے — شاہ مجنوں ز تاج و تخت جدا
۱۰۱۰ — ۲۰۰۰
۱۳۵۵ھ

(۶)

چھوڑ بیٹھے بے تکلف دو دو خاوندوں کو جو — اُس طلاقن کیلئے اڈورڈ تج دے اپنا راج!

میں نے بھی تاریخ پوری کی ہے یہ دو چھوڑ کر — شاہ نے ہارا قمارِ عشق کی بازی میں تاج
۱۹۳۶

(۷)

دو خاوند چھوڑے اور یہ تاج اور راج اپنا — بتاؤ ہوتے ہیں سینگ اور کیا گراہ کے سر میں

کہی تاریخ میں نے دو کو شامل کرکے اس ضد میں — خمارِ دانۂ گندم بھرا ہے شاہ کے سر میں
۱۹۳۶

؎ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ عشق کے متعلق فرماتے ہیں: "این خمار از گندم بود"۔

(۸)

بعشقِ پیرزن کاں ترک گفتہ شوئی ثانی را — شہ اڈورڈ ہشتم کرد آخر ترکِ تاج وگاہ

بریں مردانہ ہمت آفریں گوے و تباریخش — بگو ہاتف سلامت باد استقلالِ عشقِ شاہ

(۹)

گرفتی ز اڈورڈ و دادی بجارج — بشد ما تشاءُ، نشد ما نشاء

ثمر دی چو اے دل کہ معزول شد — بگو تنزع الملک ممن تشاء

۱۹۳۶ء

(۱۰)

شاہ لے شاہی کہ شادی، ایک چیز — پر یہ مسٹر بالڈون کی رائے سخت

میں نے بھی تاریخ کہدی سے لیکے ایک — یعنی "یا محبوبہ لے یا تاج و تخت"

(۱۱)

ہوا سلطنت میں جو یہ انقلاب — بہت کچھ بڑے پادری کا ہے دخل

دل شاہ ٹوٹا، یہ تاریخ لکھ — بشپ آف کنٹربری کا ہے دخل

(۱۲)

اڈورڈ کی اس نے دل سے ہمدردی کی | نکلا تو یہ ایک شخص مشکل کا شریک
تاریخ بھی میں نے حسبِ موقع لکھی | ہر مشورہ بے مثال چرچل کا شریک

۱۹۳۶

(۱۳)

حامدؔ عجبے نیست ازیں گردشِ ایام | گر جارج بتخت آمد و اڈورڈ اگر رفت
تاریخ نوشتہ ست عجبے کلکِ مورخ | ما را چہ از انجام کہ گاؤ آمد و خر رفت

۱ ۹ ۶ ۳ ۲

(۱۴)

بت عجلت سے کی تھی ترکِ شاہی، اور یہ آساں تھا | مگر عدت نے راہِ وصل ماری، یہ قیامت ہے
اگر لکھا ہو حامدؔ سالِ ہجری عیسوی یکجا | کہو، اپریل کی ساعت شماری، یہ قیامت ہے

۵۸۱ ۰ ۱۳۵۵

۱۹۳۶

(۱۵)

چھ مہینے میں ابھی وصلِ مسز سمپسن میں | شوق کے حق میں ہے، یہ قید، تباہی گویا
برمحل میں نے یہ تاریخ کہی اے حامدؔ | آب و غربال ہے صبرِ دلِ شاہی گویا

۱۹۳۶

[illegible]

(۱۶)

ڈھل گیا اے شاہ جو خورشیدِ حُسن — پایا تو کیا پایا دل آرام کو

وصل ہو زوجہ سے تو تاریخ ہو — عید ہوئی ذوق وصلِ شام کو[*]

(۱۷)

دیدۂ مجنوں دے لیلیٰ ہو تو ہو — ہے جوانی کا تواب وقتِ وداع

لکھ دے یہ تاریخ کوئی شاہ کو — ہر دُکانِ حُسن و خوبی بے متاع

(۱۸)

حق کے ہاتھوں ملی شاہنشہ اذوردکو — مُلک کی شورش سے بھی دولت کے شر سے بھی نجات

میں نے یہ تاریخ لکھی سُن کے شاہی فیصلہ — تاج کے ساتھ آج پائی دردِ سری بھی نجات

(۱۹)

مزیدار ہو لاکھ، کیا خاک لذت — چبایا ہوا اک نوالہ ملا ہے

ہوئی فکر تاریخ ماجد تو دل نے — کہا، ٹوٹا پھوٹا پیالہ ملا ہے

---

[*] اُستاد ذوق دہلوی کا مشہور مصرع ہے۔

تضمین با مزہ

حالِ عاشقیِ شہ، بہ بیانِ حافظ و حامد

نہ چڑھتا کسلئے عشقِ بت شہ اڈورڈ کا پارا — کہ تھا حسنِ مسز سمپسن نے تیر بے خطا مارا
عجب کیا، کہ گیا ہے پہلے اک اللہ کا پیارا — اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دلِ مارا
بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

بھلا مسحور تھی جب عقل ساری اور دل سارا — سمجھتا کیا وہ، ناحق سب نے سمجھانے میں سر مارا
وزیر آے جو مانع تو ایکایک شاہ للکارا — اگر آں ترک برطانی (امریکی) بدست آرد دلِ مارا
بزلفِ کوتہ اش از تختِ شوہم دست دعوا را

اُدھر تھا حسنِ مردوشِ زن، برعکس اُدھر عالم — وہاں عصمت بیاں شاہی کے جا نکا تھا ذرہ ہردم
یہ اڈورڈ و مسز سمپسن پہ بھی صادق نہیں کچھ کم — من از آں حسنِ روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم
کہ عشق از پردۂ عصمت بروں آرد زلیخا را

زعقدِ بے بہاے گوہرِ روشن بدانستم — زگلہاے ترِ خوشبوے صد گلشن بدانستم

زندرِ کارہائے خوب ہر فیشن بدانستم　　　ز حُسنِ روز افزونِ مسز سمپسن بدانستم
کہ عشق از تختِ انگلستاں فرود آوردشہ مارا

مسز سمپسن نے رنگِ عشق میں شہ کو دیا دہ ڈوب　　　کہ پھینکے اس نے سب ایل کراؤن اور ایل روب
غضب ہے، یہ جنوں بن جائے صحنِ عقل کی جاروب　　　فغاں کیں فتنۂ امریکی و شوخِ فرنگ آشوب
چناں بردہ است صبر از شہ کہ ترکاں خوانِ یغما را

کسی انجیلِ رُخ کا ہو شہِ ہندوستاں حافظ　　　رہے ہر حال میں اُسکا خدائے انس و جاں حافظ
یہ تضمین خوب لکھی، گو کہاں حامد کہاں حافظ　　　غزل گفتی و دُر سُفتی بیا و خوش بخواں حافظ
کہ بر نظمِ تو افشاند فلک عقدِ ثریا را

بدُرجِ لعل باشد لعل و مرجاں بحر دکاں حامد　　　بہ بُرج ماہ بخشد ماہ و خور را آسماں حامد
بلوحِ سیم بارد سیم و زر را کہکشاں حامد　　　بجشنِ شوخ ایں مصراعِ تاریخی بخواں حامد
بجامِ زر بیفشاند فلک عقدِ ثریا را
۱۹۳۲ء

سرِ تاریخ وصلش با مسز سمپسن اگر باشد　　　بگو۔ عقدِ ثریا را بہ جامِ زر فرو باشد
۱۹۳۷ء

حافظ کا شعر یہ ہے۔ فغاں کیں لولیانِ شوخ شیریں کار شہر آشوب　　　چناں بردند صبر از دل کہ ترکاں خوانِ یغما را

تواریخِ تخت نشینی ملکِ معظم قیصرِ ہند جارج ششم شاہ برطانیہ

چو دیدم جم حشم شاہِ معظم (۱) بشد تاریخ ہم "شاہِ معظم"
۱۳۵۶

سلطنت زیب وشان دیگر گیرد (۲) چوں شہ جارج تخت را آراید
قامد این سالِ تاجپوشی گفتم شاہد بختِ شاد چہرہ نماید
۱۹۳۷

(۳)

اِدورڈِ ہشتم کا تھا جشن ہونے والا کیا ہو گیا ہے یارب، انساں کی عقل گم ہے
اے خامۂ مورخ تاریخ جشنِ نو کی لکھ جشنِ تاجپوشیِ جارجِ ششم ہے
۱۹۳۷

(۴)

جو ڈیوک سے بنا کنگ، اب ہے وہ ڈیوک کا ڈیوک
ہے کنگ، ڈیوک تھا جو، بیداد کیجئے یا داد
قیصر کو اسکی شاہی، قامد کو اس کی تاریخ
تقدیر سے ملی ہے اب دولتِ خداداد
۱۹۳۷ء

؎ بحرِ خفیف = فاعلاتن مفاعلن مفعولن

(۵)

خرد سے فالِ تاریخی جو چاہی
تو بولی، جارجِ پائے تختِ شاہی

۱۹۳۶ء

(۶)

واقف ہے گلزارِ جہاں کا — پتا پتا، بوٹا بوٹا؛
بنکے گدائے عشق ملا ہے — ایک پیالہ ٹوٹا پھوٹا
بھیک کا لقمہ، لاکھ مزے کا — خاک برابر اَور کا جھوٹا
عشق نے پیٹا ڈھول خوشی میں — عقل نے غم میں سینہ کوٹا
ایک پھنسا ہے جال کے اندر — ایک اگر جنجال سے چھوٹا
اُس نے لوٹی حسن کی دولت — اِس نے مزہ شاہی کا لوٹا

لکھ قلمِ تقدیر سے تاریخ
بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا

۱۰۵۲
۸۸۴
۱۹۳۶ء

تواریخِ انتقالِ ناگہانی

۱۹۳۶

منشی دھنپت رائے "پریم چند" ادیبِ کامل و نقادِ ہندی و اُردو

۱۹۳۶ء

(۱)

اِس دَور میں ہوئی ہے ادیبوں کو کم نصیب — رکھتے تھے جو قلم میں روانی پریم چند

بے مثل تھا فسانہ نگاری میں طرزِ خاص — رکھتے نہ تھے زمانے میں ثانی پریم چند

نقاد بھی، اَدیب بھی، ناول نگار بھی — تھے شاہِ کشورِ ہمہ دانی پریم چند

تکمیل اَور ہندی و اردو کی تھی ضرور — تھی موت ابھی سے تم کو نہ آنی پریم چند

"ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق" — گو زندگی سبھی کی ہے فانی پریم چند

رکھتے تھے تم بھی عشقِ ادب، عشقِ ملک و قوم — کی نذرِ عشق تم نے جوانی پریم چند

زندہ ہو تم بھی، زندہ ہیں جب تک زبان و ملک — یہ زیست وہ ہے جو نہیں آنی پریم چند

باقی رہے گی ہندی و اُردو کے ساتھ ساتھ — چھوڑی ہے تم نے ایسی نشانی پریم چند

خامہ پریم چند کی تاریخِ انتقال — ہر "فخرِ عصر و بحرِ معانی پریم چند"

۱۹۳۶

"تاریخِ واقعۂ لطیفہ مَا لَمْ یُسَمَّ فاعِلُہٗ"

۱۹۳۲

میاں کے گھر میں وہ آئی ہے بیگم بنکے جس دن سے
اسی دن سے پہن رکھا ہے شاہی تاج بیوی نے

مسہری پر وہ بیٹھی پان کے بیڑے چباتی ہے
میاں کے سر پہ لکھ رکھے ہیں چلنی چھاج بیوی نے

مگر وہ تھے مولانا بھی، خانصاحب بھی، شوہر بھی
سمجھ رکھا تھا کیا اپنا انھیں محتاج بیوی نے

وہ سمجھے، یہ بھی ہے توہینِ انکی شوہریت کی
اگر مانا نہ اُن کو ثانیِ حجّاج بیوی نے

کیا گھونسا رسید اکدن کہ اچھا یوں تو مانے گی
اگر مانا نہیں اب تک میاں کا راج بیوی نے

مگر وہ ایک آفت تھی، پلٹ کر دہ دیا تھپّڑ
کہ سر سے کر دیا خنّاس کا اخراج بیوی نے

جتایا انتقام اور زور دونوں ایک تھپّڑ میں
نکالے دیکھیے اک پنتھ میں دو کاج بیوی نے

چھٹی کا دودھ تو آپ کو بھی یاد آگیا ہوگا
لیا اپنی لیاقت کا ایسا باج بیوی نے

یہ سنکر واقعہ تاریخ برجستہ کہی میں نے
طبیعت آپ کی بھی ٹھیک کردی آج بیوی نے

۱۳۵۳

لہ (تزوج) جس بحر فاعل کا نام ذکر نہیں کیا گیا ۔ سہ "واقعہ" عربی و فارسی میں مؤنث ہے ۔ اسلئے "فاعلہ" مؤنث کی ضمیر لانا چاہئے تھا ۔ لیکن تاریخ کی خاطر بے قاعدگی جائز لی ہے

تاریخ وفاتِ مفاجاتِ ڈاکٹر انصاری

ڈاکٹر مختار احمد انصاری بے نظیر ڈاکٹر اور مخلص کانگریسی لیڈر تھے۔ تشخیص، علاج اور جراحی تینوں میں بڑا کمال تھا۔ دس سال ولایت میں رہ کر تعلیم و مشق حاصل کی تھی۔ بعض آپریشن عجیب و حیرت ناک کئے ہیں۔ نواب بھوپال و نواب رامپور (سابق و حال) کے معالج خاص تھے۔ غازی پور وطن تھا اور دہلی میں مطب۔ نواب رامپور کے یہاں سے واپس آ رہے تھے کہ اثنائے شب میں ٹرین ہی میں قلب کا دورہ پڑا۔ اور بس ایک انتقال ہو گیا۔ آخری بات جو منہ سے نکلی یہ تھی کہ میں سفر سے تھکا ہوا ہوں ابھی سونا چاہتا تھا لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ مر رہا ہوں۔ غالباً یہ بات انگریزی زبان میں کہی ہوگی۔ عجیب و حسرت ناک موت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے!
(جون ۱۹۳۶ء)

تواریخ انتقالِ ناگہانی
۱۹۳۶

بر

سنگ مزار ڈاکٹر انصاری
۱۳۵۵

زبدۂ عصر ڈاکٹر انصاری — فخر عہد ڈاکٹر انصاری — کانِ وقار ڈاکٹر انصاری

نادر العصر سرجن ڈاکٹر انصاری — حق گو لیڈر ڈاکٹر انصاری

طبیب ہمدم مقبول مختار احمد انصاری
۱۹۳۶

(۱)

بڑے ڈاکٹر تھے مگر حکم حق میں — حذاقت نہ کچھ کام واللہ آئی
یہ تاریخ خود مشعرِ واقعہ ہے — قضا ریل میں ہائے ناگاہ آئی
۱۳۵۵

[illegible]

(۲)

وہ دہرہ دون سے جاتے تھے دہلی کہ رستے میں ملا حکم خدا آہ

وہ حاذق ڈاکٹر بے مثل سرجن نہ اپنے واسطے کچھ کر سکا آہ

نہیں میں چاہتا مرنا ابھی سے دم آخر کہا تو یہ کہا آہ

لکھو حامد یہ عبرت ناک تاریخ

بچھوڑے خود مسیحا کو قضا آہ

۱۹۳۶

---

(۳)

کسی نے مجھ سے پوچھا، کون ہے، یہ جسکی تربت پر کہا میں نے، مشیر جان نثار ملک و ملت ہے

۱۹۳۶

---

(۴)

انکی تاریخ رقم حامد غمگیں نے کی پیش آیے سفر آخرت ایکا ایکی

تاریخ کامیابی خواجہ احمد فاروقی خلف مولوی حسن احمد صاحب مرحوم در امتحان بی اے

افغانِ تاریخ میں یہ ایجاد بندہ ہے کہ B.A. کو انکے مترادف حروفِ اردو میں لکھا ہے

خواجہ احمد فاروقی بچھرایونی ب، ا

۱۳۵۵

قطعۂ تاریخ بے تکلف

۱۹۴۲ء

فرطِ سخاوت

۱۳۶۱

میں نے دیکھا کہ ایک بُرقع پوش — آئی کل رات قبرِ حاتم پر

میں بھی کچھ جاگتا تھا کچھ سوتا — رکھے اک ہات قبرِ حاتم پر

اس نے آکر کئے عجیب و غریب — التفات قبرِ حاتم پر

برسی مُردے پہ آتے ہی کیا کیا — رہی برسات قبرِ حاتم پر

ٹھوکریں پھر رسید کیں پیہم — پانچ یا سات قبرِ حاتم پر

پھر جو سوجھی، تو اپنے بوٹ کی نوک — رکھ کے ہیہات قبرِ حاتم پر

"تجھ سے بڑھ کر ہیں دینے والے ہم" — لکھ دی یہ بات قبرِ حاتم پر

کھل گئی آنکھ، جب نہ دیکھ سکا — یہ خرافات قبرِ حاتم پر

رکھی دیکھی مٹھائی جس کے سبب — تھیں یہ آفات قبرِ حاتم پر

یہ سخاوت تھی، جس کے باعث تھا — کبر و طامات قبرِ حاتم پر

سر میں دعویٰ جو تھا تو کرنا تھا — اس کا اثبات قبرِ حاتم پر

خوب صدیوں کے بعد حاتم کو — جا کے دی مات قبرِ حاتم پر

ہوئی تاریخ بھی کہ فی الواقع — مار دی لات قبرِ حاتم پر

۱۳۶۱ھ

سرورقِ بیاض جو حسن میاں کی دُلھن کیلئے تیار کی گئی

کُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا
۱۳۵۷

ضروری و پسندیدہ
۱۳۵۷

نسخہ جات و تراکیب قلمی

۱۹۳۸

لاجواب اچار و چٹنی وغیرہ
۱۹۳۸

برائے دلچسپی عزیزی عصمت دُلھن صاحبہ سلمہا
۱۳۵۷

بنت عالی مناقب مولانا الحاج عابد حسین فریدی ایم اے ایل ٹی
۱۹۳۸

پروفیسرِ اعلیٰ سینٹ جانس کالج
۱۳۵۷

مُرتّب کردہ حامد حسن قادری
۱۳۵۷

بتاریخ ۱۰ جمادی الاولیٰ
۱۳۵۷ھ

[illegible]

بیاض میں پہلے ورق پر اور سرکہ کی چٹنی کے نسخے کے اوپر یہ تاریخیں درج ہوئیں

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم
۷۸۶

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم
۱۱۰۲

سنہ ۱۹۳۸ء

مطابق کلام ہدیٰ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ
۱۳۵۰

بحسب ارشادِ رسول اللہ نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ
۱۹۳۸

(ترجمہ)

حدیث مصطفوی ہے کہ سرکہ عمدہ سالن ہے
۱۳۵۰

۴ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۵۰ھ کو اندراج کیا
۱۹۳۸

سے اس نسخ میں پہلے سے بہت زیادہ ندرت و جدت پیدا کی گئی ہے۔ یعنی ابجد (۱) اور سنہ ہجری میں ملا کر [illegible] اور [illegible] کر [illegible] کے عدد اور ہجری کو (۴) کے عدد (۵) [illegible] گیا ہے۔ اس صورت میں [illegible] نکالا گیا [illegible] ہو گئی۔

تاریخِ تعمیرِ دیوار

۲ر فروری ۱۹۴۷ء کو مکرمی عبدالحی صاحب فرحت فرزند خان بہادر ڈپٹی عبدالغفار صاحب
مرحوم نے فرمائش کی کہ ان کا مکان شکستہ کی دیوار ان کے بھتیجے اقبال صاحب انسپکٹر پولیس
بنوا دئیے ہیں، اس کی تاریخ کہہ دیجئے۔ اسی شب میں یہ تاریخ اور قطعہ مرتب ہو گیا

حُسن کا جال سایۂ دیوار — حُور کے بال سایۂ دیوار
آ کے فرحت محل میں چلتا ہے — ناز کی چال سایۂ دیوار
فرش گویا ہے سنگِ مُوسیٰ کا — وہ بھی پکڑال سایۂ دیوار
مِثلِ رنگِ غلافِ کعبہ ہے — اے خوشحال سایۂ دیوار
چلنے والے، ادب سے چل بچ کر — ہو نہ پامال سایۂ دیوار
ہے تواضع میں اپنے مالک کی — صورتِ حال سایۂ دیوار
مثلِ لیلائے قیس رکھتا ہے — سب خط و خال سایۂ دیوار
کبھی بڑھتا ہے کس نزاکت سے — زُلف تمثال سایۂ دیوار
گھٹ کے کرتا ہے پھر کبھی پیدا — صورتِ خال سایۂ دیوار

ہوگیا آج رات بھر کے لئے　　جی کا جنجال سایۂ دیوار

تھی یہ تعمیلِ حکمِ عبدالحی　　ورنہ کیا مال سایۂ دیوار

بن گیا میری موشگافی سے　　بال کی کھال سایۂ دیوار

فیضِ اقبال سے بنی دیوار　　اس پہ ہے ڈال سایۂ دیوار

کتنا موزوں ہے مصرعِ تاریخ

ظلِ اقبال سایۂ دیوار

۱۳۶۱ھ

تواریخِ "نقش"

رسالۂ نقش کراچی بادارت اسلم فرخی و شمس بریلوی

آج ہے قادری کے پیشِ نظر　　اسلم و شمس کی کرامت "نقش"

جس کا ہر صفحہ ہے ادب منقوش　　جس طرح دل پہ ہو محبت نقش

سال ہجری ہے: "رشکِ گلشن نقش"　　دوسرا: "گلشنِ لطافت نقش"

۱۳۸۰ھ　　۱۳۸۰ھ

قادری، سالِ عیسوی یہ ہے

"جدت و ندرت و نزاکت نقش"

۱۹۶۱ء

یادگارِ غمگیں
۱۳۵۲

بر

مرقدِ منوّرِ واصلِ حق مولوی محمّد مہدی صاحب قبلہ
۱۳۵۲ ھ

بَرَدَ مَضجعَہُ اللّٰہُ جلّ جلالہٗ دائماً ابداً
۱۳۵۲

مہدی گرفت دامنِ سلطانِ اولیا
یعنی نظامِ رُشد و ہدیٰ۔ جانِ اولیا

ذوقے دگر ز جامِ حقیقت باو رسید
شوقے دگر ز مستیِ عرفانِ اولیا"

خاصانِ اولیا سلفِ صالحینِ او
اَخلافِ او ز جُملۂ اعیانِ اولیا

محمود خود بہ فضلِ خدائے لطیف بود
فرزندِ او عزیزِ دل و جانِ اولیا

فاروقی و فریدی و چشتی و قادری
دَر نسبت و نسب گُہرِ کانِ اولیا

تا زیست زیست باکرم و فیضِ اتقیا
چوں رفت رفت با حشم و شانِ اولیا

تاریخِ رحلت آمدہ از اہلِ آسماں
با اولیاست حشرِ مُحبّانِ اولیا
۱۳۵۲ ھ

طلسم عنوانات تاریخی
۱۳۵۷

جو بی اے پرشین کورس (برائے امتحان ۱۹۴۰ء) مرتبۂ خاکسار راقم کے ضمیمہ کے ٹائٹل پیج پر لکھا گیا

بسم اللہ علیم الغیوب
۱۳۵۷

ترتیب الضمیمہ
۱۹۳۸

در

مقالات مفیدہ و ضروریہ
۱۹۳۸

یعنی

آئینۂ سیرت و تبصرۂ مصنفانِ عجم و ہند
۱۹۳۸

با معلوماتِ جدیدۂ اصنافِ شعر و صنائع و بحور و اوزان
۱۹۳۸

از کلک مولانا حامد حسن قادری پروفیسر سینٹ جانس کالج
۱۹۳۸

در مطبع آگرہ اخبار بحسن طبع زیب جہاں شد
۱۹۳۸

سرورقِ تاریخی

میرے قدیم شاگرد سید علی مقدس رضوی ڈبل ایم اے (فارسی و اردو) بی ٹی اکبر آبادی ہر سال محرم میں ایک مجموعہ سلام شائع کرتے ہیں۔ اس مرتبہ مجھ سے ایسا تاریخی نام کی فرمائش کی جس میں سنہ پورا آ جائے چنانچہ مرتب کر دیا گیا۔

اعوذ باللہ الحمید العزیز الحلیم من الشیطٰن الرجیم
۱۹۴۱ء

قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ
۱۹۴۱ء

اُولٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً
۱۹۴۱ء

مشہدِ اعظم
۱۳۶۰ھ

ذکرِ حالات ، مرثیۂ کشتگانِ ناحق
۱۳۶۰ ۱۳۶۰

احوالِ شہدائے آلِ محمد رضوان اللہ علیہم اجمعین
۱۹۴۱ء

جمع نمودۂ جناب سید علی مُقدّس رضوی ایم اے سلّمہٗ
۱۹۴۱ء

کنزِ تواریخ مرثیہ
۱۳۶۰

از بندۂ عجز نہاد حامد حسن قادری پروفیسر سینٹ جانس کالج
۱۹۴۱ء

بسم اللہ العلی العظیم
۱۳۶۰ھ

تواریخِ جاں افزا
۱۳۶۰ھ

و

اشعارِ مسرت انگیز
۱۳۶۰ھ

بر

تقریبِ سعیدِ سعیدِ عصر
۱۳۶۰ھ

یعنی

بسم اللہ خوانیِ شاہزادہ سید اشرف حسین
۱۹۴۱ء

صاحبزادۂ محبوب جناب سید اختر حسین شاہ
۱۹۴۱ء

بسم اللہ شاہزادہ ذی جاہ نے پڑھی — کیوں خوش نہوں حضورِ شہنشاہِ دیں پناہ
مسرور آج اعزہ و احباب کیوں نہوں — کیوں شادماں نہو دلِ خدامِ بارگاہ
قائم رہے حضور کا فیضان تا ابد — سایہ ہے ان کا ظلِ الٰہی، خدا گواہ
ہیں سال ایک شعر میں ہجری، عیسوی — یہ بھی ہے قادری، کرم شاہ و شہنشاہ
کہدو کہ "ہو مبارک الٰہی حضور کو — عیش و سرور سید اشرف حسین شاہ"
۱۳۶۰ھ — ۱۹۴۱ء

۱۰ مارچ ۱۹۴۱ء شنبہ (۱۲ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ) کو حضرت قبلہ عالم ابر رحمت قدس سرہٗ [illegible] نے اپنے بڑے فرزند شاہزادہ سید اشرف حسین کو بسم اللہ [illegible]
[illegible] کی تاریخیں [illegible] حضرت [illegible] اور [illegible] صوفیہ میں چھپا دیا۔

تاریخِ وفات

یگانۂ آفاق خواجہ ابوالحسن قادری
۱۳۵۶ھ

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ، مسٹر حامد حسین صاحب قادری بی اے ، ایل ٹی ،
ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول آگرہ کے چچا تھے ۔ مسٹر صاحب نے انتقال سے
چار پانچ سال بعد مجھ سے حال ہی میں تاریخ لکھوائی تھی ۔ اس کا مطلع یہ ہے :

مَاتَ خواجه بوالحسن کَانَ لَهُ — عِنْدَ رَبِّ الْعَرْشِ اَجْرٌ اَعْظَمُ
قُلْتُ فِي الْعَامَيْنِ تَارِیْخُ الْوَفَاتِ — يَغْفِرُ اللّٰهُ الرَّحِيْمُ الْاَكْرَمُ

۱۳۵۶ھ + ۵۸۱
۱۹۳۷ء

تاریخِ وفات

لمدِ رمضانی شاہ تیلی ولی
۱۹۴۵ء

تیلی جو بڑے ولی تھے رمضانی شاہ — پردہ ہم سے انھوں نے فرمایا ہے
اے قادری، انکی لوحِ تربت کیلئے — تاریخ یہ ہے: "وصلِ ذاتِ حق پایا ہے"

۱۳ ۲ ۶۴

مرحوم تیلی پاڑہ عالم گنج (لوہا منڈی) میں رہتے تھے ۔ میرے ہی محلہ میں مولوی عالم شاہ کا مزار تھا

تاریخ وفات جناب سائل دہلوی

بزمِ احباب بجے پور نے ۲۲ فروری ۱۹۴۶ء کو یوم سائل منایا تھا۔ یہاں سکریٹری مصباح امروہی عثمانی نے مجھے بھی شرکت کی دعوت دی تھی۔ اور اشتہار بھی تھا۔ اس میں مصرعہ کی طرح یہ تھی ا— "جناب داغ کے داماد ہیں اور دلّی والا ہیں" مجھے ۱۷ فروری کو دعوت نامہ مطبوعہ ۵ بجے ملا۔ میں نے اسی وقت اسی کاغذ کی پشت پر یہ قطعہ تاریخ لکھ دیا۔ مصرعۂ تاریخ میں تعمیہ کی ضرورت تھی اس لیے سکریٹری مصباح کو نام سے الگ کیا اور بھیج دیا

حضرتِ سائل کا ماتم ہو رہا ہے بزم میں / ہم یہاں غمگیں ہیں، وہ خلدِ بریں میں شاد ہیں

دھوم تھی سائل کی ہندوستان میں کیا، کُل ہند میں / ان کا[5] پڑھنا یاد ہے، پڑھنے کا تیور یاد ہے

قدردانِ رنگِ دہلی سب ہیں انکے قدرداں / ان کے قائل ہیں جو طرزِ داغ کے نقاد ہیں

داغ کا ہم رنگ، ہمدم، ہم زباں، ہم خانداں / ہیں جہاں استاد کے شاگرد، خود استاد ہیں

یہ نکلتا ہے دلِ مصباح سے سالِ وفات

"دلّی والے ہیں جنابِ داغ کے داماد ہیں"

۱۳۶۲

۲

۱۳۶۴ھ

[5] [illegible]

تاریخِ انعام یافتنِ عزیزی خالد حسن قادری سلمہٗ

در مقابلۂ تقریر و غزل گوئی

نومبر ۱۹۸۱ء میں آگرہ کے ڈاکٹر لودھی کے حسب معمول آل انڈیا آل نبی قرانی ٹرافی کا سالانہ مقابلہ اردو تقریر کا ہوا۔ اس میں خالد اول نمبر رہا۔ ٹرافی جیتی اور کپ ملا۔ پھر دسمبر ۱۹۸۱ء میں حلیم انٹر کالج کانپور میں فی البدیہہ غزل گوئی کے مقابلے میں خالد بھی جا کر شریک ہوا۔ اور دوسرے نمبر کا انعام پایا۔ خالد کا یہ پہلا موقع تھا (اس وقت خالد کی عمر ... مقابلہ اس وقت عزیزی ... ۱۹۸۱ء میں ہوا تھا۔)

لئے تمغہ۔ کپ کانپور۔ آگرے میں	بجا ہے۔ اگر اس پہ ہے ناز خالد
اِدھر ذوقِ خود ساز بھی کارگر تھا	اُدھر تھا جو ذہنِ خداساز خالد
غزل اور تقریر میں نام پایا	ہے تاریخ۔ طغرائے اعزازِ خالد ۱۹۸۱ء

تاریخ انعام غزل یافتن عزیزی مُغیث الدین فریدی فتحپوری سلمہٗ

کانپور میں فی البدیہہ غزل گوئی کے مقابلے میں خالد کے ساتھ مغیث بھی تھے۔ ان کو اول نمبر کا انعام ملا

نمبرِ اوّل غزل گوئی کی تاریخیں ہوئیں	"بادۂ عیشِ مُغیث" و "مقصدِ نازِ مُغیث" ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۲ء
ہے "نویدِ کامرانیِ مُغیث" ۱۹۸۲ء۔ اک سال اور	قابلِ فخر و مسرّت ہے یہ اعزازِ مغیث

اتفاق یہ ہوا کہ [illegible] ابوالحسن فریدی [illegible] اہلیہ کا
پاس ہونا [illegible] میاں بیوی دونوں تمغادار ہو گئے [illegible]
[illegible] اب
بیوی کو ادیب کا تمغہ ملے گا۔ چنانچہ میں نے یہ تاریخ کہہ دی۔

بی اے ہیں آپ میاں اوّل، بیوی ادیب میں پہلے پار
ہے تاریخ "میاں بیوی ہو گئے دونوں تمغادار"
۱۹۴۲ء

[illegible] تاریخ [illegible]
[illegible]
[illegible]

امتحانِ ادیب پاس کیا — ہے ادب میں وہ کاملہ بے بی
دوسرا درجہ پہلی بار لیا — کیوں نہ کہلائے عاقلہ بے بی
بڑی اوّل ہے اور دوم چھوٹی — قدرتی تھا یہ سلسلہ بے بی
نہیں جاتی ہے رائگاں محنت — تو نے بھی پا لیا صلہ بے بی
نام کی فاضلہ لکھی نہ پڑھی — تھی اک ایسی بھی جاہلہ بے بی
ہو گئی وہ بھی کر کے جوں توں پاس — نہ رہا اس کو بھی گلہ بے بی
تو نے محنت سے پاس ہو کے کیا — حق و باطل کا فیصلہ بے بی
تجھ پہ اور تیرے خانداں پہ رہیں — حق کے الطاف شاملہ بے بی
تیری تاریخ کا میاں بی ہے — "فاضلہ ہی ہے فاضلہ بے بی"
۱۹[illegible]ء

(آسیہ نے [illegible] ناپسند کی اور دوسروں کو [illegible] کی۔ کے لئے یہ لکھی گئی)

تاریک فضائے علم اِس مُلک میں تھی — تھے چھائے ہوئے جہل کے بادل سب میں

تقلید کریں گی تری بہنیں تیری — کر دے گی اُجالا یہی مشعل سب میں

تُو جیسے رہی ادیب میں آج اوّل — اوّل رہی ماہر میں یونہی کل سب میں

پایا ہے جو تو نے امتحاں میں تمغا — اب فضل ترا ہے قولِ فیصل سب میں

لڑکی نے جو امتحاں کی بازی جیتی — حیران ہیں سب پڑی ہے ہلچل سب میں

گھر رہ کے جو تو نے باپ بھائی سے پڑھا — خوبی ہوئی پردے کی مُدلّل سب میں

دین اور دُنیا سبھی سنور جاتے ہیں — ہو جاتی ہے جب علم کی صیقل سب میں

جتنے بھی ہیں علم، سب میں تو کامل ہو — جتنی بھی ہیں نیکیاں مکمّل سب میں

تاریخ یہ تیری کامیابی کی ہوئی

بی آسیہ سب میں اوّل۔ افضل سب میں

۱۳۶۰ھ

باسمہ تبارک وتعالیٰ عزوجل

تربتِ معنبر

۱۳۶۴ھ

فِی الْجَنّٰتِ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا

سورہ ۱۳۶۴ھ ھود

مولانا حاجی عابد حسین صاحب فریدی جماعتی نور اللہ مرقدہ

۱۳۶۴ھ

خلیفۂ مجاز کعبۂ دوجہاں قبلۂ عالم علی پوری ارواحنا فداہم

۱۹۴۵ء

عابد و شیخ ہادیِ عارف ۱۳۶۴ھ	زاہدے صادق تقا مرآت ۱۳۶۴ھ
سالکِ کاملِ فنا فی الشیخ ۱۳۶۴ھ	قطبِ ربانی ارفع الدرجات ۱۳۶۴ھ
عاشقِ مصطفیٰؐ و رمز شناس ۱۳۶۴ھ	روحِ عشاق مہبط برکات ۱۳۶۴ھ
آمدہ ہم زعشقِ پیر شرف ۱۳۶۴ھ	اشرف الناس کاملُ الحسنات ۱۳۶۴ھ
کرم و فضلِ صاحبِ لولاک ۱۳۶۴ھ	بادبا جاہ ضامنِ جنات ۱۳۶۴ھ

از اقل العباد حامد حسین قادری نقشبندی جماعتی کان اللہ لہ

۱۹۴۵ء

یہ لوح مزار کی نقل ہے جو درگاہ سیدنا امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ [illegible] ۱۳۶۴ [illegible]
[illegible] : (۱) زاہد (۲) عارف (۳) صادق (۴) [illegible]

تاریخ

(۱۳ ستمبر ۱۹۴۸ء ۸ ذیقعدہ کو)

(۱)

یہ نکلا سال، ہوا جب تباہ یہ صوبا کہ: "آہ قاسم رضوی دکن کو لے ڈوبا"

۱۳۶۷ھ

---

(۲)

بتاریخ دکن می گویم و تصدق اندر آں دانی "چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی"

۱۹۴

۱۱۷۳
۱۹۴
۱۳۶۷ھ

تاریخِ دلچسپ

۱۷ ستمبر ۱۹۴۸ء کو میں صحن میں بجلی کی روشنی میں بیٹھا ہوا تھا۔ ۱۱ بجے بجلی بند کی تو دیکھا کہ تمام آنگن میں خوب چاندنی چھٹکی ہوئی ہے مجھے خیال بھی نہ تھا کہ پورا چاند ہے۔ بجلی کی تیزی میں چاندنی غائب ہو گئی تھی۔ یہ خیال آتے ہی ایک مصرع زبان سے نکلا اور فوراً تاریخ کا خیال آیا۔ بجلی پھر روشن کر کے مصرع لکھ کر عدد نکالے تو پورا سنہ برابر نکلا۔ بالکل ٹھیک تھا۔ وہ یہ ہے

"سے مٹے بجلی کے غائب چاندنی"

۱۳۶۷ھ

تواریخ

"کیفیاتِ مرض و شفا"

۱۹۴۸ء

میں ۲۲ اگست ۱۹۴۸ء سے تقریباً ڈھائی مہینے آغاز نومبر تک مسلسل بیمار رہا۔ نزلہ زکام سے آغاز ہوا پھر بخار جاڑا آیا۔ پھر خفیف حرارت رہنے لگی۔ ضعف بہت ہو گیا۔ باوجود اکثر ضعف بہت رہا۔ کبھی حرارت بالکل محسوس نہ ہوتی تھی مگر ہو ہو جاتی تھی۔ میں اس عرصے میں ہر کیفیت اور تغیر کی تاریخیں کہتا رہا۔ یہ اشعار تاریخیں اپنی بیماری و صحت کی ہیں۔ ان ایام میں علاوہ اور قسم قسم کی آتی جاتی تکلیفوں کے جو کہ پیرانہ سالی میں آتی ہیں کچھ بوجھ بھی اس لئے کہ باوجود حرارت و ضعف کے لکھنے پڑھنے کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ ایک انگریزی فرنچ کی ۱۱۰۰ صفحوں کی کتاب لیٹے لیٹے پڑھ ڈالی۔ خطوط وغیرہ بھی لکھتا رہا۔ بیماری کی بعض تاریخیں اخبار مدینہ سکندرہ راؤ میں شائع کرائیں۔

(۱)

کہا یہ میں نے جو دیکھا اترا ہوا ہے بخار — کہ "آجکل مرے پیچھے پڑا ہوا ہے بخار"
۱۳۶۷ھ

(۲)

تاریخ عیسوی بھی یہ نکلی ہے بے بدل — "پیچھے مرے بخار پڑا خوب آج کل"
۱۹۴۸ء

(۳)

سوجھتی تاریخ ابھی بار ہمیں — "تین ہفتے سے ہے بخار ہمیں"
۱۹۴۸ء

(۴)

تقاضے جب ہوئے تاریخ کے بار بار ہوئے — کہا "بخار تو ہے، ہفتے آج چار ہوئے"
۱۹۴۸ء

(۵)

ماہِ تاریخ و دعا می رخشد — کہ "رہائی ز حرارت بخشد"

۱۹۴۸ء

(۶)

تخفیص بھی کچھ اس میں، تعمیم بھی ہے — ہر حکمِ خدا واجب تعظیم ہی ہے

وہ بیمار مرض، شفا بھی پہروں کہ نہ دے — ہر حال میں شکر، اسکی تعلیم ہی ہے

تاریخیں ہیں عیسوی و ہجری دونوں

منظور جو کچھ حق کو، وہ تسلیم ہی ہے

۵۸۱ + ۱۳۶۷ء

۱۹۴۸ء

(۷)

کیا ہے فکرِ حرارت ایسی — جائے گی خود جو ہو گی جانی

رکھئے تاریخ کے مدِ نظر — "جاری اپنی کتاب خوانی"

۱۳۶۷ء

(۸)

دبایا مرض نے ہمیں ایک ایک (۱۳۶۷ء) — بڑا ضعف سے پر لا لفت ہمارا (۱۹۴۸ء)

چلدیا ہے یہ پیر تاریخ کا یہ (۱۹۴۸ء) — حرارت نے چھوڑا ہے پیچھا ہمارا (۱۳۶۷ء)

(۹)

پس از روئے بیچارگی کہہ ہی ڈالا
"مرض نے سب کا پلیتھن نکالا"
۱۹۴۶
۲
۱۹۴۸ء

(۱۰)

شفا حاصل ہوئی جب حسبِ احکامِ خداوندی
کہی تاریخ۔ "صحت بھی ہے انعامِ خداوندی"
۱۳۶۷ھ

(۱۱)

سالِ صحت کہئے، جو حق ہے لطفِ بے قیاس
"موجبِ احسان و منّت، موجبِ شکر و سپاس"
۱۳۶۷ھ

(۱۲)

(بتاریخ گزشتہ کل سے پھر حرارت ہو گئی)

دل مرض سے نہ ہو پریشاں
سوچتی تھی یہی بات اول سے

جو نتیجہ ہے وہی ہے تاریخ
"پھر بخار آ ہی رہا ہے کل سے"
۱۳۶۷ھ

(۱۳)

تاریخ کا یہ سجھا ہے کھٹکا
"پھر آج ہوا مرض کا حملہ"
۱۳۶۷ھ

(۱۴)

حرارت کی تاریخ سمجھ جائیے
کہ "اس کو مرض گوشت کا جانیے"
۱۹۴۸ء

تواریخ "لطائفِ ادبی"

(مرتّبہ مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی صدیقی گوپاموی ثم اکبرآبادی)

(۱)

زکلکِ انتظام اللہ شہابی
ببیں حامد کمالِ بذلہ سنجی
ز بہر سالِ تالیفِ "لطائف"
بگو تازہ نہالِ بذلہ سنجی
۱۳۵۹ھ

(۲)

دیکھکر ذوقِ مفتی صاحب کا
کیوں نہ سب جان و دل سے ہوں شیدا
کیا ہوئی بولتی ہوئی تاریخ
بات میں بات ہوتی ہے پیدا
۱۳۵۹ھ

(۳)

انتظام اللہ صدیقی نے،
بھر کے دامانِ گلِ شعر و سخن
پھول برسائے ہیں کیا کیا۔ دیکھیں
قدر دانانِ گلِ شعر و سخن
باغِ تاریخ کھلایا میں نے
چمنستانِ گلِ شعر و سخن
۱۹۴۰ء

(۴)

ادیبوں کے اقوال واحوال پڑھ کر — کئے جمع سب کے لطائف ظرائف
یہ تاریخیں نکلیں مسیحی و ہجری — کہ بے مثل ادب کے لطائف ظرائف

۱۳۵۸ھ + ۵۸۲
۱۹۴۰ء

(۵)

کیا دکھائی ہے مفتی صاحب نے — شانِ ذہنِ رسا و فکرِ رفیع
جمع کر کے نکاتِ شعر و سخن — کر دیا عرصۂ ادب کو وسیع
اُن کی تحریر ہے فصیح و بلیغ — اُنکی تالیف شاندار و وقیع
بکرمی اور مسیحی و ہجری — ایک مصرع میں ہیں یہاں جمیع

بات مشکل تھی، خوب بن آئی
چند بے مثل اختراعِ بدیع

۱۳۵۸ھ + ۵۸۲ | ۱
۱۹۴۰ء + ۵۷
۱۹۹۷ بکرمی

تواریخ "تاریخ آگرہ و شاہانِ مُغلیہ"

مُرتّبہ مفتی انتظام اللہ صاحب صدیقی

(۱)

عنوانِ تاریخی از قرآن مجید بر سرورق

قال الحکیم الازلی: لَقَدْ کَانَ فِی قَصَصِہِمْ عِبْرَۃٌ لِاُولِی الْاَلْبَاب

۱۳۵۹ھ

(۲)

مُفْتِیْنَا مُکَرَّمُنَا الْفَاضِلُ الْجَلِیْل — بِالْاِخْتِصَارِ دَوَّنَ تَالِیْفَہُ الْمَتِیْن

قَدْ کَانَ فِیْہِ ذِکْرُ سَلَاطِیْنِ الْاَگْرَہ — اَرَّخْتُ بِالْبَدِیْہَۃِ ذِکْرٰی لِلذَّاکِرِیْن

۱۹۴۰ء

(۳)

براوراقِ تاریخ کرده است زنده — بزرگانِ ماضی، نیاگانِ پیشیں

بالفاظِ رنگیں مُصوّر نمودہ — ہماں جاہِ رفتہ، ہماں شانِ پیشیں

بتاریخِ تالیفِ مُفتیِ فاضل — نوشتیم "تاریخ شاہانِ پیشیں"

۱۹۴۰ء

تواریخ تکمیلِ تعمیرِ نوری مسجد علی پور شریف ضلع سیالکوٹ

اعلیحضرت قبلۂ عالم امیر ملت محدث علیپوری دوام ظلہم و دامت برکاتہم نے ۱۲ سال ہوئے سرتاپا سنگ مرمر کی ایسی مسجد تعمیر فرمائی کہ ہندوستان میں کیا تمام عالم میں اسکی نظیر نہیں۔ قلعۂ آگرہ کی موتی مسجد غالباً دنیا میں سنگ مرمر کی سب سے بڑی مسجد ہے۔ لیکن وہ بالکل سادہ ہے، نقش و نگار و آرائش سے عاری۔ "نوری مسجد" مرمریں ہونے کے علاوہ اسقدر منقش و آراستہ ہے کہ دیوار پر سونا چڑھا ہوا ہے۔ دالان کے کواڑوں کی ایک جوڑی پر سونا۔ ایک جوڑی پر سیپ۔ ایک جوڑی پر ہاتھی دانت جڑا ہوا ہے۔ اندرونی دالان کی آرائش ستائش سے بالاتر ہے۔ دالان کے عرض میں چھت کے نیچے دو جھیل نیلم کا ٹکڑا لگا ہوا ہے۔ نوری مسجد کے مشرقی حصہ اور حوض کی تکمیل نہ ہوئی تھی۔ وہ اس سال ۱۳۶۰ھ میں پوری کر دی گئی حضرت والا کے بڑے صاحبزادہ عالیجناب محمد حسین شاہ صاحب قبلہ مدظلہم نے تاریخ کہنے کا حکم دیا۔ اسکی تعمیل میں یہ تاریخیں مرتب کر کے پیش کی گئیں۔ ۱۲ رجب ۱۳۶۱ھ۔

(۱) ذِکرُ اللہِ اَقدَمُ و اَکبَر
۱۳۶۰

(۲) وَ ذِکرُ اللہِ اَعلیٰ اَجَلُّ اَکبَر
۱۳۶۰

(۳)

جماعت علیشاہ قطبِ زمانہ — کہ سرتاجِ ہست اولیائے جہاں را
بنا مسجدے کرد از سنگِ مرمر — منوّر۔ مطہّر۔ مصفّا۔ مجلّا
بشد خوشنما مسجدِ نور۔ سالش (۱۳۶۰) — چو تکمیلِ مسجد شد از فضلِ مولیٰ
بگو قادری مصرعِ سالِ دیگر — چہ تعمیرِ نورٌ علیٰ نور زیبا
۱۳۶۰ھ

مسجدے ساخت قبلۂ عالم — کہ جہاں راست ملجا و ماویٰ
قادری گفت سالِ تعمیرش — کہ نہادست اساس بر تقوےٰ
۱۳۶۰

تواریخ محرم

آگرہ میں پورے عشرۂ محرم میں اور خصوصاً دو محرم کو تعزیہ داری بڑا زور شور رہتا تھا۔ اس سال بالکل خاموشی اور سناٹا رہا

(۱)

بولی تاریخ بے غمی کی، جو یہ ایام ہیں غم کے
محرم بھی ہوا اس سال ماتم میں محرم کے
۱۳ ھ ۷۸

(۲)

"روز عاشورہ یہ سناٹا ہے کیا"
۱۳۷۸ھ

(۳)

ماتم نہ تعزیہ نہ جلوس نہ علم ہے آج
تاریخ یہ ہوئی کہ "محرم کا غم ہے آج"
۱۳ ھ ۷۸

تاریخ

ہیں جدا دوستوں عزیزوں سے
کیوں نہ ہو زندگی سے دل اچاٹ

ملک کی بانٹ سے ہوئی ایسی
کر دیا دل کو آزردہ غم سے پاٹ

چھوڑ کر آگرہ [illegible]
پہنچے کوئٹہ۔ کراچی اور کوہاٹ

ہوئے برباد سب وطن چھوڑ کر
ناس کا ناس اور ٹھاٹ کا ٹھاٹ

سن ہجری قادری کی یہ تاریخ
"ہو گئے خاندان بارہ باٹ"
۱۳۷۸ھ

"تاریخ بستر عجیب"

۱۹۴۸ء

۲۰ رنومبر ۱۹۴۸ء کو جب میں سونے کیلئے لیٹا تو معلوم ہوا کہ میرے بچھونے پر ذرا سا لحاف بچھا ہوا ہے۔ وہ ذرا ذرا سا روئی کا بھرا ہوا تھا۔ کہیں زیادہ سا جمع ہو گیا تھا کہ کمر کے نیچے ناگوار ہوتا تھا۔ کہیں بالکل روئی نہ ہونے سے جھول سا پیدا ہو گیا تھا۔ اسی وقت کروٹیں بدلنے میں تاریخ ہو گئی

جمع ہو کر روئی کہیں ہے ابھار
بعض حصے ہیں خالی اور ڈھیلے
لیٹے لیٹے یہ ہو گئی تاریخ
کہ "یہ بستر پہ غند قیں۔ شیلے"

۱۹۴۸ء

تاریخ

۲۶ رنومبر کو رات میں جب بعد سونے کیلئے لیٹ گئے تو کسی فقیر نے دروازے کے باہر صدائیں دینی شروع کیں۔ کوئی دیوانہ معلوم ہوتا تھا۔ برابر اور زور سے چلّاتا رہا۔ دروازہ بھی پیٹ لگا تھا۔ اٹھنے کو جی چاہتا تھا۔ اسکی والدہ نے زبردستی اٹھایا اور دروازہ کھلوا کر روٹی دلوائی۔

یہ نشان ہے نعمت خدا کا
محتاج کا دست گیر ہو تم
تاریخ کا یاد رکھو مضمون
"اک وہ ہے غنی۔ فقیر ہو تم"

۱۹۴۸ء

"تاریخہائے آہنگِ رحلت"

۱۹۴۱ء

زبدۂ دہر جسٹس سر شاہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۴۱ء

۱۲ مارچ کو دہلی میں انتقال ہوا۔ ۱۳ مارچ کو تاریخیں کہیں۔ ۱۴ مارچ کو آزاد اخبار میں شائع ہوئیں
[illegible]

(۱)

قد فاز سلیمان مفازا حسنا — فی القبر له موهبة خاصة

قد کان رؤفا لعباد اللہ — ارخ یا حامد، له مغفرة

۱۳۶۰ھ

(۲)

رختِ رحلت بست آں شاہ سلیمانے کہ بود — پاک دل، پاکیزہ باطن، نیک خو، نیکو نہاد

کلکِ حامد سالِ رحلت بہرِ لوحِ مرقدش — زد رقم، آرام گاہِ سر سلیمان خلد باد

۱۳۶۰ھ

(۳)

سانس کی آمد و شد اے حامد — نخلِ ہستی کے لئے آرا ہے

جل کے ہو جاتی ہے گل شمعِ حیات — رات دن کا یہی نظارا ہے

مرضیِ قادرِ مطلق کے خلاف — دم زدن کا بھی کسے یارا ہے

خاکِ مرقد نے چھپایا ہے جسے — فلکِ ہند کا اک تارا ہے

اسکے غم میں ہے اگر قوم تمام — اسکے ماتم میں وطن سارا ہے

نام نیک اس کا نہ مٹنے دے گی — قول دنیا نے یہی ارا ہے

اسکی تاریخ وفات اے حامد — سر سلیمان بہشت آرا ہے

۱۳۶۰ھ

تاریخی سرورقِ ڈائری راقم بابت سنہ ۱۹۴۱ء مطابق سنہ ۱۳۵۹ھ و سنہ ۱۳۶۰ھ

بسم اللہ الحفیظ السلام
۱۳۵۹ھ

ما عرفناک حق معرفتک
۱۳۵۹

یا حبیب خذ بیدی
۱۳۵۹

منظوراتِ مقدر
۱۹۴۱ء

و

سرنوشتِ مقدر
۱۳۶۰ھ

سرنوشتِ عیب و ہنر
۱۳۵۹

مقدراتِ شام و سحر
۱۳۶۰

قطعہ

ہماں بر سرم آید و بگذرد ، کہ حکم خدا است سبحانہ
پے سالِ آغاز ایں ڈائری ، بگو سرنوشتِ قضا ہو بہو
۱۹۴۱ء

نوشتہ از نیاز کیش کم مایہ حامد حسن قادری کان اللہ لہ
۱۹۴۱ء

"تاریخِ نمائشِ صوبۂ آگرہ"

۱۹۴۱ء

مشہورِ آفاق نمائشِ آگرہ

۱۳۶۰ھ

نمائشگاہِ مصنوعاتِ پسندیدۂ عالم

۱۳۶۰ھ

بحسنِ اہتمام و راہبریِ آل انڈیا مسلم برادری آگرہ

۱۹۴۱ء

ایامِ نیکِ انعقاد۔ ماہِ جون اُنیس سو اکتالیس و ماہ جمادی الاولیٰ[1]

سنہ ۱۳۶۰ھ

[1] اس مادۂ تاریخ میں سنہ عیسوی الفاظ میں موجود ہے اور اعداد مادے سنہ ہجری لکھا ہے

قابلِ دید و لائقِ داد ست — قطعۂ قادریِ صنعت گر (۱)

ہجری آمد ز مصرعِ اول — عیسوی راست آں دگر مصدر

زیبِ شانِ نگار خانۂ چیں (۱۳۶۰ھ) — غیرتِ جامِ جم۔ پری پیکر (۱۹۴۱ء)

آئینہ خانۂ لطافتِ حسن (۱۳۶۰ھ) — شاہدے دلکشا۔ نکو منظر (۱۹۴۱ء)

تاریخِ وفات جناب قمر الحسن صاحب قمر بدایونی

قمر صاحب مرحوم اس زمانہ میں قدیم رنگِ غزل کے استاد تھے۔ اور قدیم وضع کے بزرگ تھے۔ میرے حال پر بڑا اکرام فرماتے تھے۔ میں ان کو اکثر سینٹ جانسن کالج کی انجمن ترقی اردو کے سالانہ جشن ۱۹۵۷ء میں مدعو کرتا تھا اور وہ ہمیشہ بے تکلف تشریف لاتے تھے اور اپنی قدیم وضع و عادت کے مطابق ہمیشہ شاہ دلگیر اکبرآبادی مرحوم کو ساتھ لا کر رونق بخش ہوتے تھے۔ صرف شعر کہہ کر ہمارے مشاعرے میں تشریف لاتے تھے۔ ان کے ساتھ ہمیشہ ان کے چھوٹے صاحبزادے محبوب الحسن ارشد بھی آتے تھے۔ اور نہایت خوش الحانی کے ساتھ اپنی غزلیں پڑھا کرتے تھے۔ اسی لئے انکا اور ان کے چھوٹے بھائی عزیز الحسن کا نام قطعۂ تاریخ میں لیا گیا ہے۔ قمر صاحب کا انتقال پر ملال ہوئی سنہ ۱۹۶۰ء کو ہوا۔ ۱۴ جنوری کے آگرہ اخبار میں یہ تاریخ شائع ہوئی

صاحب کمال قمر بدایونی مغفور

۱۹۲۱ء

کچھ مرگِ قمر، مرگِ قمر ہی نہیں تنہا ۔ یہ موتِ کرم، فوتِ ادب، مرگِ ہنر ہے
محبوب و عزیز اور بدایوں پہ نہیں حصر ۔ خود شعر و سخن نوحہ گر و خاک بسر ہے
مٹنے کا نہیں داغ کبھی مرگِ قمر کا ۔ تاریخ بھی ہے واقعہ بھی "داغِ قمر" ہے

۱۲۶۰ء

"تواریخ طرب افزا و بہجت زا"

۱۹۴۱ء

بہ تہنیتِ

تمغا و جُبلی نشاط افزا

۱۹۴۱ء

جون ۱۹۴۱ء میں گورنمنٹ کی طرف سے تقسیم اعزازات کے موقعہ پر یہاں کے کالج کے پرنسپل کینن ای۔ ڈی۔ سِل کو قیصرِ ہند میڈل دیا گیا۔ اور اسی سال یہاں کے صدر شعبہ ریاضیات مسٹر چھپارام چتر ویدی ایم اے کی ملازمت یہاں کے ۲۵ سال پورے ہوئے۔ اس تمغہ اور جُبلی کی خوشی میں ۱۲ ستمبر ۱۹۴۱ء کو یہاں اسٹاف کلب میں جلسہ اور ڈنر ہوا۔ چونکہ چھپارام صاحب کو اسٹاف کی طرف سے ایک جرمن سلور کیس نہایت قیمتی تحفۃً پیش کیا گیا اور ایک نظم پڑھی گئی [illegible]

ایک نے پھل خدمت کا پایا۔ ایک کو حق نے جشن دکھایا
آج مبارک اور اَبد تک۔ ایک کو تمغا ایک کو جُبلی

ہول اِسٹاف اینڈ آل دی کالج وَر ہیپی وھین گاٹ دی نالج*
دَیٹ اِٹ واز اِنڈیڈ اے گُڈ لک۔ ایک کو تمغا ایک کو جُبلی

ایک پرنسپل اک پروفیسر۔ یہ بھی اعلیٰ وہ بھی بہتر
دونوں کا آنر ہے بیشک۔ ایک کو تمغا ایک کو جُبلی

سالِ مسرت میں جو کمی تھی۔ ایک نے بڑھ کر پوری کر دی
یعنی "یا اللہ مبارک ایک کو تمغا ایک کو جُبلی"
۱۹۴۱ء

ہے سِل صاحب کا سالِ عیسوی "فرخندہ بخت"
۱۹۴۱
چوبے چھپارام کا سمبت ہے "خوشدل خوش نصیب"
۱۹۹۸

ہجری و فصلی دُعا بھی ہے کہ "ہو رحمت اثر"
۱۳۶۰ھ / ۱۳۵۰ف
بیشک اس اعزاز کو کرتے ہیں حاصل خوش نصیب

---

* Whole Staff and all the College were happy when got the knowledge that it was indeed a good luck.

تاریخِ وفاتِ مرزا عظیم بیگ چغتائی

بی اے۔ ایل ایل بی وکیل جودھپور و سابق جج جاورہ

فضائلِ عظیم

۱۹۴۱ء

شاگرد بھی رشید تھے وہ۔ دوست بھی عزیز
کس دل سے میں کہوں کہ عظیم آہ کیا ہوئے

ہر دل عزیز ادیب۔ مُصنّف۔ وکیل۔ جج
کیا کیا۔ ذرا سی عمر میں نامِ خدا ہوئے

ایسا اور اتنی جلد ہوا کون نامور؟
گو بے شمار ادیب ہیں۔ بے انتہا ہوئے

عرصہ ہی کیا ہوا تھا بہت۔ کل کی بات ہے
اس کوچۂ ادب سے انھیں آشنا ہوئے

اس پر بھی وہ مزاح و ظرافت کی طرز میں
رنگیں نگار۔ شوخ بیاں۔ خوشنوا ہوئے

وہ رند و پاک نفس تھے۔ بیباک و بے ریا
تحریر میں بھی وصف یہ سب رُونما ہوئے

سب انکے تجربے تھے۔ سب انکے مشاہدے
جو واقعے زبانِ قلم سے ادا ہوئے

اردو کے ناز۔ ہند کے ناز۔ آگرے کے ناز
مرزا کی ذات پر جو ہوئے تو بجا ہوئے

سچ یہ ہے زندگی کا تو حق ان پہ رہ گیا
گو یہ بھی سچ ہے۔ موت کے حق ادا ہوئے

تاریخ کا بھی حق ہو دلِ زارؔ سے ادا
یعنی عظیم داخلِ دارالبقا ہوئے

۱۰۲۰ + ۳۳۹ +۱ = ۱۳۶۰ھ

تاریخِ اتفاقِ عجیب

میں اکثر جمعرات کو صبح ٹہلتا ہوا قبرستان بیر گیلوں پر فاتحہ پڑھنے جاتا ہوں اور ہمیشہ جاتے آتے سیٹی اسٹیشن کی ریلوے لائن پر گزرتا ہوں۔ وہاں اکثر فالتو مال گاڑی کئی کئی دن کھڑی رہتی ہے۔ اسٹیشن کے اس طرف آگرہ کے محلے آباد ہیں۔ ہزاروں مخلوق روزانہ دن رات انہی لائنوں پر سے اور مال گاڑی کے نیچے سے گزرتی ہے۔ لیکن ۲۰ نومبر ۱۹۸۱ء کو مجھے یہ واقعہ پیش آیا:-

لائن پہ کوئی گڈس ٹرین آج کھڑی تھی — لیکن یہ کوئی بات نہ تھی طرفہ و نادر
ہوتی نہیں بند آمد و رفت اسکے سبب سے — نیچے کو نکل جاتے ہیں رہگیر و مسافر
جاتے میں گیا میں بھی اسی طرح نکل کر — لیکن عجب انسان کی بھی عقل ہے قاصر
آتے میں جو نیچے کو گھسا تو یہ نہ دیکھا — انجن کو چلانے کیلئے جوڑ دیا پھر
نکلا تھا ابھی سر ہی کہ چلنے لگی گاڑی — تھا خاتمہ بالخیر بس اک آن میں ظاہر

لیکن مرے اللہ نے بھی خوب بچایا
تاریخ کہی میں نے، "خدا حافظ و ناصر"
۱۹۸۱ء

تاریخِ شادی

ایک نوجوان ہندو نے، جس سے سابق تعلقات کچھ نہ تھے، فرمائش کی کہ قطعۂ تاریخ میں دولہا امیشن لال کا نام صنعتِ توشیح کے ساتھ آجائے۔ میں نے تعمیل کر دی
([illegible])

ا امیشن آئے ہیں دولہا بن کے، یہ شادی کی محفل ہے

م مسرت و راحت و بہجت مبارک ہو مبارک ہو

ی یہ جوڑا رہتی دنیا تک رہے مسرور اور شاداں

ش شکوہ و شان اور شوکت مبارک ہو مبارک ہو

کہی تاریخ شادی کی یہ نامی نے خوش ہو کر

ہمایوں شادی و عشرت مبارک ہو مبارک ہو

۶ ۔ ۶ ۔ ۱۹۵۱

تاریخِ تفریح

۲ فروری ۱۹۵۱ء، ۲۴ رمضان کو مولوی سعادت اللہ صاحب کے گھر کی اور ہمارے گھر کی لڑکیاں چھت پر خوب کھیلیں کودیں۔ میں نے اسی وقت یہ تاریخ لکھی

گھر کے دھندوں سے ہے فرصت سر اٹھانے کی کہاں ۔ ہو گئی ہے اب تو سب زندہ دلی گویا کہ سلب

چھت کے اوپر چاندنی میں خوب کھیلیں لڑکیاں ۔ میں نے یہ تاریخ لکھی۔ "ورزشِ و تفریحِ قلب"

تاریخ "پیڈاگوجی"

گورنمنٹ اسکول رڑکی کے ماسٹر سجاد قادری سے استادی کی تدابیر ہدایتوں سیکھنے پر خط و کتابت تھی۔ ۱۹۴۹ء میں وہ گورنمنٹ سنٹرل پیڈاگوجیکل انسٹی ٹیوٹ الٰہ آباد میں ٹریننگ حاصل کرنے گئے۔ وہاں امتحان کی تیاری کی فرصت نہ ملتی تھی۔ بچے شاید کچھ کرتے تھے۔ میں نے ۵ دسمبر ۱۹۴۹ء کو یہ قطعہ ادا کر لکھ بھیجا تھا:-

پیچیدہ سے جو ایچ نامے ورگ	لگ گیا اُن کی جان کو اک روگ
	PEDAGOGUE
تازہ ہو کہ ہو الٰہ آباد	ہر جگہ ہیں رہتے ہیں پیڈاگوگ
شادی نہ جب ہوئی اس پر	آخر اس کا منائیے کیوں سوگ

جون ۱۹۵۰ء میں انکی ٹریننگ ختم ہوئی تو میں نے یہ تاریخ انکو لکھ بھیجی

گھر آگئے اپنے خیریت سے تو جی	سچ یہ ہے کہ پردیس میں خوش کیا ہو جی
تاریخ ہوئی، ہوئی ٹریننگ جو ختم	"لوح ختمہ بخیر پیڈاگوجی"
	۱۹۵۰ء

تاریخ امرود

سر پر آنکھوں پر جزاک اللہ سجاد آپ سے	ہم بھی لیں امرود کھاتے وقت ان کو یاد آئے
قادری حامد کو تحفہ قادری سجاد کا	جز بخوبی ہا ہے کیا، لب پر نہ جو شکر ادا آئے
آئے تحفہ تو نہ کیوں سب غنچہ تاریخ ہو	"تحفۂ امرود شیریں الٰہ آباد آئے"
	۱۳۶۹ھ

تواریخ ڈائری سنہ ۱۹۵۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الودود عالم الغیب والسنین الحساب

۱۹۵۱ء

آئینہ دار سرگذشت

۱۹۵۱ء

"آغاز سال حال بخیر"

۱۹۵۱ء

"ہر سال کا اب بخیر آغاز"

۱۹۵۱ء

"دریش آتا جائے جو کچھ لکھتے جائیں ہم وہی"

۱۳۷۰ھ

"از احقر العباد حامد حسن قادری نقشبندی جماعتی"

۱۹۵۱ء

تاریخ

فلمی رسالہ "لالہ زار" دہلی کا ایڈیٹر شہزادہ تبسم خورشید بانو کا تھا کہ "اکبر لیسگوئی بھشا" کے نام سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے۔ جس میں مشہور فلم ایکٹرس کی عمروں کا ٹھیک ٹھیک حال لکھا ہے۔ اسکی تاریخ کہہ دیجئے۔ میں نے مصرعۂ تاریخ ترکیب عمدہ کہہ دیا۔ لیکن بیسی بیش۔ مسز خورشید بانو کو کوئی جواب نہ دیا۔ وہ معروف ہیں"

"ستاروں کی یہ نور افشاں شعاعیں"

۱۹۵۱ء

تواریخِ قلم

(۱)

قلم حافظ علاء الدین نے بھیجا — یہ اُن کا تحفۂ لطف و کرم ہے

قلم کی قادری تاریخ لکھئے — "یہی نخلِ محبت کی قلم ہے"

۱۳۷۰ھ

(۲)

جو کوئی پوچھے کہ کیا ہے یہ تحفۂ رنگیں — کہو کہ: "ہے قلم حافظ علاء الدین"

۱ ۳ ۲ ۷۰

(۳)

یہ قلم ہو جیب میں تو کچھ تعجب بھی نہیں — گر شباب آثار ہو جائے ہمارا شیب بھی

شکریہ میں اس کی یہ تاریخ حافظ جی سنو — "یہ قلم کیا خوشنما، کیسا ہے زیبِ جیب بھی"

۱۳۷۰ھ

(۴)

اس قلم کو جو کرم سے کم کہئے — نخلِ اخلاص کی قلم کہئے

باغِ الفت کی شاخِ گل کہئے — شاخ کیوں کہئے، باغِ گل کہئے

اسکے آگے نہ کچھ بھی چلے قلم — نیم عرب کے قلم، عجم کے قلم

[illegible] — شعرِ اکبر کو یوں جو ڈھال لیا

ہو سکا شان کچھ قلم کی رقم! = ۱۰۲۰

سر قلم ہیں یہاں قلم کے قلم = ۹۳۱

۱۹۵۱ء

---

* [illegible] صاحب نے [illegible] میں تحفۃً دیا تھا۔ [illegible]

شعرِ اکبر [illegible] میلاد اکبر [illegible] کہئے تو جیب کبریا ہو رقم — سر قلم ہیں یہاں قلم کے قلم

تواریخ

"ابرِ فراق و اشکِ غم"

۱۹ ۶ ۵۱

بر

"مرقدِ منوّر منزلِ راحت جاودانی علّامہ سیماب اکبرآبادی"

۱۹۵۱ء

(۱)

گئے جہان سے کر کے جہان کو بیتاب
وہ کنزِ خوبیٔ اخلاق حضرت سیماب

یہ قادری نے لکھا سالِ ارتحال اُن کا
کہ "برگزیدۂ آفاق حضرت سیماب"

۱۹ ۶ ۵۱

(۲)

سیماب سے تھی محفلِ علم و ادب کی شان
ویران سی ہے بزمِ شعر و سخن آج کل کچھ

ہمارا ساتھ چھوڑ گیا وہ صاحبِ کمال
ہم زاد غم کریں نہ تو پھر کیا ہے محل کچھ

ہے قادری یہ سالِ وفاتِ زہے کمال
"اب آہ لطفِ شعر نہ حسنِ غزل ہے کچھ"

۱۹ ۶ ۵۱

(۳)

دے گیا داغِ جدائی آخر
وہ معظم وہ مکرم سیماب

فخرِ علم و ادب، استادِ جہاں
فن کے اسرار کا محرم سیماب

مصنف و سخنور و مدبر
بانیٔ شاعری و [illegible] سیماب

صاحبِ وحی کا اب قبر میں ہے
چھوڑ کر [illegible] [illegible] سیماب

قادری لکھو یہ تاریخِ وفات
"نزہتِ [illegible] افضل سیماب"

۱۹۵۱ء

تاریخ

کسی سے میں نے پوچھا، "وہ جو گرلز اسکول جا رہی تھی

سنا یہ کچھ دنوں سے بند ہے، یا اب بھی جاری ہے؟

کہا: "پہلے مِسیں ہوتی نہ تھیں، اب مسز ہی ہوتی تھیں
(MISS — MRS)

مگر اس مصلحت بینی سے غفلت اب تو طاری ہے"

کہا میں نے: "نہ سمجھا تو بھیا! صاف ہی کہہ دو"

وہ بولا: کیا سمجھنے سے تمھاری عقل عاری ہے؟

نہیں سمجھے تو اب تاریخ میں وہ بھید کہتا ہوں

سنو سمجھو: "تمام اُستانیوں کا پاؤں بھاری ہے"

۱۳۷۲ھ

تاریخ

اجی اس سے حاصل نہ دنیا نہ دین — بھلا کام ہی کا نام کوئی ہے یہ

یہ تاریخ گوئی کی تاریخ ہے — "عجب خبطِ تاریخ گوئی ہے یہ"

۱۹۵۳ء

تاریخ مجموعۂ نظم مغیث بنام "نیا افق" ز اہلِ جو دنیا در: "نیا افق ہے نیا نظارہ عجیب جلوے عجب بہاریں"

۱۹۵۱ء

"تواریخ عزم جزم فتح ہمالہ"

۱۹۵۳ء

۲۹ مئی ۱۹۵۳ء ۱۵ رمضان ۱۳۷۲ھ کو جمعہ کے روز ایک یورپین اور ایک ہندوستانی
ہمالیہ پہاڑ کی سب سے اونچی چوٹی پر پہنچ گئے

"تسخیر مُبین"

۱۳۷۲ھ

(۱)

۲۹۰۰۲

پہنچا انتیس ہزار دو فٹ پر — داد دیں آدمی کی ہمت کی
ہو گیا آسماں کا ہمسایہ — واہ کیا بات اس کی رفعت کی
تھی جہاں زندگی بہت دشوار — اس نے پیدا وہاں سہولت کی
لے گیا اپنے ساتھ آکسیجن — سب یہ برکت ہے علم و حکمت کی
قادری، لکھ دو فتح کی تاریخ — "آج تسخیر کی ہے پربت کی"

۱۳۷۲ھ

(۲)

ہمالہ جو دور آپ کو کھینچتا تھا — بہت اس کی چوٹی بھی کچھ دن اکڑ لی
مگر عقل انساں کو موقع ملا جب — فضاؤں پہ چھا لی، ہواؤں سے لڑ لی
ہمالہ کی چوٹی کہاں بچ کے جاتی — شکنجے میں حکمت کے آخر جکڑ لی
وہ پہنچ ہی گیا آخر انساں وہاں تک — چڑھائی میں مشکل جو پڑنی تھی پڑ لی
یہ تاریخ بھی قادری برمحل ہے — "یہ ہے خوب، پربت کی چوٹی پکڑ لی"

۱۹۵۳ء

تاریخ انتقال حاذق الملک و مسیح الملک حکیم محمد اجمل خانصاحب دہلوی

کہ بتاریخ ۹ رجب ۱۳۴۶ھ مطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۲۷ء بمقام ریاست رامپور ناگہاں انتقال فرمود

(۱) قبلۂ حذاقت

(۲) ماہِ کاملِ حذاقت

(۳) والیٔ ملکِ حذاقت

(۴) حکیمِ جہانِ حذاقت

(۵) مسیحِ کردار حکیم اجمل خاں

(۶) آفتابِ ہند حکیم اجمل خاں

(۷) کاملِ عصر حکیم محمد اجمل خاں

(۸)

آہ از بہارِ رفت مسیحِ دوراں
گردید غروب مہرِ طبِ یوناں

تاریخِ وفاتِ اُو ز ماتمِ برخواں
واصل بجید شد حکیم اجمل خاں

۱۲۹۳
۵۳
۱۳۴۶

ے یہ تاریخ عابد حسن نے نکالی تھی۔ ۵۰ کی کمی تھی وہ میں نے اپنے نام کے عدد شامل کر کے پوری کر دی۔ اور مصرعے لگا دیئے۔ مصرعۂ تاریخ میں یہ خوبی ہے کہ حکیم صاحب کے برادران بزرگ حکیم عبدالمجید خانصاحب مرحوم اور حکیم محمد واصل خانصاحب مرحوم کے نام بھی آ گئے ہیں۔

تاریخ وفات سید نظام الدین شاہ صاحب دلگیر اکبر آبادی

(۱)

بعندہٗ اجر عظیم ۱۳۵۴ھ (تذییل)	بزمِ غم دلگیر ۱۳۵۴ھ	فنا فی الذات ۱۳۵۴ھ

(۲)

ادیب کامل شاہ دلگیر اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ
۱۳۵۴ھ

(۳)

خبر کیا تھی کہ اتنی جلد حامد[۱] — کریں گے خلد کو آباد دلگیر

ہمیں کر کے اسیر رنج و اندوہ — ہر اک غم سے ہوئے آزاد دلگیر

مروّت پیکر و مہرِ مجسّم — شرف زاد و سیادت زاد دلگیر

وفا پرور، کرم گستر، ہنر ور — اساسِ داد و دیں بنیاد دلگیر

سخندان و سخن سنج و سخنور — سخن کے مانی و بہزاد دلگیر

ادب لیلیٰ وشش و دلگیر مجنوں — سخن شیریں ادا، فرہاد دلگیر

یہ نجم و اختر و سیماب و مکیش — ترے غم میں ہیں سب ناشاد دلگیر

نہ بھولے گی غزل خوانی وہ تیری — وہ تیری اک نرالی داد دلگیر

۱؎ آنریری مجسٹریٹ آگرہ ۲؎ صاحب سجادہ قادریہ میوہ کٹرہ آگرہ

ترا نقّاد تھا بے شبہ و شک — صحافت میں نئی ایجاد دلگیر

وہ تیری شوخ باتیں، گرم فقرے — رلائیں کیوں نہ آکر یاد دلگیر

محبت کا تقاضا تو یہی ہے — کریں ہم نالہ و فریاد دلگیر

مگر ہے شیوۂ تسلیم کچھ اور — ہوا ہے صبر کا ارشاد دلگیر

یہ ہستی کچھ نہ میری ہے نہ تیری — ہے اُسکی دین اُسکی داد دلگیر

نہ چھوڑے گا ہمیں بھی بعد تیرے — یہ دَورِ چرخ بے بنیاد دلگیر

پھر اک دن چرخ کا بھی خاتمہ ہے — کہ ہوگا صید خود صیّاد دلگیر

بہے آنسو ہمارے تیرے غم میں — طبیعت کی تھی یہ افتاد دلگیر

اذیت کچھ نہ واں ہو تجھکو اس سے — رہے جنت میں تو دلشاد دلگیر

خدا دے صبر پس ماندوں کو تیرے — رہے شاداں تری اولاد دلگیر

پھلے پھولے چمن تیرا ترے بعد — نہ ہو محنت تری برباد دلگیر

تری تاریخ یہ کہتا ہے حامد
ادیبِ فاضل و نقّاد دلگیر

(۴)

دستگیر ہی کے نام سے تھا آگرے کا نام | دستگیر ہی کی ذات تھی ہاں فخرِ آگرہ
تاریخِ انتقال کی حامد کو فکر تھی | دل نے کہا، فصیحِ جہاں فخرِ آگرہ

(۵)

نہیں کچھ آگرے ہی کو ترا غم | ترے ماتم میں ہے ہر شہر دلگیر
تری نام آوری پر تیری تاریخ | کہی حامد نے، فخرِ دہر دلگیر

(۶)

مستند تھی اہلِ دل میں اُن کی آہ | معتبر اہلِ نظر میں اُن کی واہ
فکر ہے حامد اگر تاریخ کی | کہدو، بزمِ خلد میں دلگیر شاہ

(۷)

شاہِ دلگیر از جہاں رحلت نمود | کشتِ ہستی را ہمیں یک حاصل است
سالِ داخل گشتنش در باغِ خلد | شاہ وحید، شاعرِ روشن دل است

(۸)

کس قدر رونا ہے دل دلگیر کو | منعقد تھا جلسۂ احباب کل
فکرِ سالِ رحلتِ دلگیر تھی | مادہ مل جائے کوئی بر محل
دل پکار اُٹھا کہ بے دلگیر ہے | اہتمامِ جلسۂ شعر و غزل

۱۹۳۲

(۹)

ذاتِ دلگیر نورِ بزمِ سخن | مرگِ او وجہ انطفائے سراج
گفت تاریخ رحلتش حامدؔ | گوہرا زمیں برد ارضِ تاج
۱۹۳۲

(۱۰)

تھے شمع و چراغِ بزمِ دنیا دلگیر | جنت میں، اُسے چھوڑ کر، آباد ہوئے
حامدؔ یہ دلِ زار سے نکلی تاریخ | گُل شمع و چراغ اکبرآباد ہوئے
۱۹۳۲

(۱۱)

تاریک ہے دلگیر سے اب محفلِ پُردود | خالی ہے اب دلگیر سے شعر و سخن کا میکدا
صحبت میں عیش ایسے کئے دنیا بھی حیراں ہوگئی | پھر رنج بھاری سہا تقدیر میں جو تھا بدا
جز صبر کچھ چارہ نہیں حامدؔ غمِ دلگیر میں | ہونا ہے دنیا میں یہی انجام ہر شاہ و گدا
تھی آرزو تاریخ میں تقلیدِ مومنؔ خاں کی ہو | جب دیر تک کی جستجو، ہاتف سے آئی یہ صدا
سب بے سر و پا ہوگئے دلگیر کے جانے سے اب | لطف و کرم، شعر و سخن، عشق و وفا، وصل و ادا
۱۳۵۲

(۱۲)

بہارِ بزمِ ادب بود حضرتِ دلگیر | بصورتِ اجل آمد خزان باغ و چمن
بفکرِ سالِ وفاتش چو سر فرو بردم | کہ صنعتِ نوی آرم ز وضع و طرزِ کہن
دلم بگفت کہ بدیل ز مرگِ او گشتند | وفا و ناز و کرم، ذوق و شوق، شعر و سخن
۱۹۳۲

(۱۳)

مرگِ دلگیر است مرگِ دل عجب نبود اگر | بے نہایت یاس و حسرت، رنج و ماتم بیحد است
سالِ مرگش گفتہ ام حامدؔ کہ اندر ہجرِ وے | آہ و افسوس و ملال و صدمہ و غم بیحد است
۱۳۵۲

بسم اللہ الا الٰہ الذی جعل حجاً مبارکاً

تواریخ نشاط قرین

خیر مقدم حاجی الحرمین

زبدۂ اہلِ علم مولنٰا سعادت اللہ صاحب اسرائیلی

ذالک ہو الفوز العظیم

فرزند رشید جوان دولت ۱۳۰۰

اہلیہ صاحبہ محترمہ جوان بخت

(۱)

سعادت حج کی ملتی ہے اُسی کو ۔ اُدھر سے جسکو ہو جاتا ہے ایما
یہ قادؔ حج مولانا کی تاریخ ۔ کہو کان ذالک فوزاً عظیما

(۲)

وہ علامہ سنبھل آئے حج سے ۔ مجسم افاضت، سراپا افادت
تھے ہمراہ فرزند بھی اہلیہ بھی ۔ بصدق محبت، بحسن ارادت
زیارت ہو مقبول، مبرور حج ہو ۔ کہ دو ہی سعادت، یہی ہے عبادت
وہ نعمت ملی جا کے سکّے مدینے ۔ کتاب و خبر میں ہے جسکی شہادت
کسی اور نیکی کو حاصل ہوئی ہے ۔ نہ اُس پر فضیلت نہ اِس پر زیادت
وہ کعبہ، شرف جسکو سب معبدوں پر ۔ جسے سب جبینوں کی حاصل قیادت
وہ روضہ، وہ اہل محبت کا کعبہ ۔ جسے سب دلوں پر میسّر سیادت
وہ آئے تو قادؔ نے تاریخ لکھی ۔ چلے آئے ہیں حج کی لیکر سعادت

نامۂ اخلاص پیام حامد حسن قادری

۱۳۵۶

بخدمت ارسطو وقار حکیم مبین الزماں

۱۹۳۸ء

مثنوی

تاریخ فرمائش اعزازی

۱۹۳۸

(حکیم صاحب کو انکی فرمائش پر یہ منظوم ساتھ ۲۸ جون کو سنبھل سے آگرہ روانہ کیا گیا)

۱

مبین الزماں مسیح زماں
بلیغ زمیں و فصیح زماں

مطب میں نصیب ان کو لقمان فری
وہ میداں میں امپائر و ریفری

وہ مجروں کے اک گل سر سبد
ظریف الزماں از ازل تا ابد

مگر یہ عجب کام کرتے ہیں وہ
کہ لوگوں کو بدنام کرتے ہیں وہ

وہ خود شاعری کے تو ناقض ہیں
خدا جانے کیوں مجھ سے ناراض ہیں

لگا دی مجھے تہمت شاعری
گماں میں کہاں دولتِ شاعری

مجھے مشق تاریخ گوئی نہیں
یہی کیا، ہنر مجھ میں کوئی نہیں

مرا حال ہے ماورائے دوا
کہ ہستم اسیر کمندِ ہوا

کرم بخش سوئے برحال ما
بدل کن زِ کشمیر بنگال ما

غرض ان کا کرنا ہے کہنا مجھے
نہیں گرچہ اس فن سے لینا مجھے

اگر یہ نظر میں بچے کم نما
خطا درگذار و صوابم نما

مجھے ان کی تعمیل سے فخر ہے
یہ میرے لئے فتح اعظم ہے

لکھوں ایک تاریخ اس اعزاز کی
کہ میرے لئے ہے جگہ ناز کی

سنیں وہ یہ تاریخ زیبائشی
کہ اعزاز تاریخ فرمائشی

۱۹۲۸ء

تواریخِ حسرت پیام

۱۱۳۸

وفاتِ جانسوز جگر خراش

۱۱۳۰

سر شیخ اقبال جنت مقام

۱۱۳۰

المغفور اَنارَ اللّٰہ برھانہٗ

۱۳۵۵ ، ۵۸۱

سنہ ۱۹۳۸ء

از

(فقیرِ احقر حامد حسن قادری کان اللہ لہ)

۱۳۵۰

برفت اقبالِ ہند و شرق و اسلام	شکوہ رفتہ باز آید کہ ناید
دگر در جانِ اسلام آتشِ عشق	بآں سوز و گداز آید کہ ناید
دگر در جامِ شرق آں بادۂ درد	بفتوائے جواز آید کہ ناید
دگر در سازِ ہند آں نغمۂ شوق	بآہنگِ حجاز آید کہ ناید

یہ نظم مجلسِ [illegible] میں بڑے صفحہ پر نہایت خوبصورت شائع ہوئی اور بہت سے [illegible] فریم کرایا ۔

برفت اقبال و رفت از جاں قرارے قرارِ جاں نواز آید کہ ناید
برفت اقبال و رفت از دیں بہارے دگر گلشن طراز آید کہ ناید
برفت اقبال و رفت از ملک شانے دگر آں عز و ناز آید کہ ناید
برفت اقبال و رفت از قوم آنے دگر آں جلوہ ساز آید کہ ناید

دگر آید کہ ناید خادمِ دیں بایں محمود ایاز آید کہ ناید
دگر آید کہ ناید سیدِ قوم سرِ گردوں نواز آید کہ ناید
دگر آید کہ ناید مشربِ ناب نگاہِ پاکباز آید کہ ناید
دگر آید کہ ناید حسن در نظم گر آید سوز و ساز آید کہ ناید
دگر آید کہ ناید عشق در شعر حقیقت در مجاز آید کہ ناید
دگر از کاروان مشتِ غبارے بشوقِ اہتزاز آید کہ ناید
دگر بر کشورِ دل ترکِ شیراز بعزمِ ترکتاز آید کہ ناید
خدا را بندگاں بسیار باشند خودی را کارساز آید کہ ناید
سرے دارند و ہم سودا و ہم درد سراں را سرفراز آید کہ ناید
بدستِ کوتہ از خلق و بخالق بدامانِ دراز آید کہ ناید
سرِ نازِ خودی در کعبۂ دل بآئینِ نیاز آید کہ ناید
قیامِ قوم را آوازِ پیغام ز محرابِ نماز آید کہ ناید
درِ کاشانۂ امید باز است کسے از در فراز آید کہ ناید

ز شعرش ساخت حامد سالِ رحلت بشانِ امتیاز آید کہ ناید
برفت اقبالِ آں عرفاں نوائے
دگر دانائے راز آید کہ ناید

۱۹۳۸ء

رفعتِ درجت

۱۳۵۷

ترجمانِ حقیقت فیلسوفِ عصر

۱۹۳۸

سحربیانِ آگاہ دل ڈاکٹر سر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۳۸

در نظرِ عقیدت

۱۹۳۸

کمترینِ افقر حامد حسن قادری عفی اللہ عنہ

۱۹۳۸

رفت اقبال آفتابِ جہاں — رفتِ اقبالِ وقت، بدر آیات

رفت اقبال و ہم گل افشانی — رفت اقبال و رفیت زیبِ حیات

فخرِ اسلام و نازِ عالمِ علم — نازِ مشرق بہترین صفات

ترجمانِ حقیقتِ بیباک — حق پژوہ و فقیرِ خوش اوقات

آں قلندر صفت سخن پیرائے — آں مثالِ حکیم و قفِ نکات

نامِ اقبال روشن و شیریں — ذاتِ اقبال مجمع الحسنات

ذاتِ اقبال بے تعلقِ نام — نامِ اقبال با جدائی ذات

تربتِ پاک محفلِ قدسی — روح، پرنور و مہبطِ برکات

قطعہ گفتہ ام کہ ہر مصراع
مشعرے می شود بسالِ وفات

تواریخ دیگر متعلق وفاتِ علامہ اقبال مرحوم

پیامِ سر شیخ اقبال
١٣٥٧

"باشد آدمی راہِ رازِ خودی!" ١٣٥٧ "با نیاز خدا زِ خودی" ١٣٥٧

برجستہ بگفتم سالِ وفات
اقبال فقیر خوش اوقات
١٩٣٨

گویم تاریخ چوں سفر فرمائی کز ضربِ کلیم مستثنٰی بنمائی
١٣٥٧

علامہ اقبال مرحوم نے وفات سے قبل یہ شعر پڑھا تھا (نشانِ مردِ مومن با تو گویم ؛ چو مرگ آید تبسم بر لبِ اوست) یہ مادہ مصرعہ دوسرے سے بنا کر نکالا ہے۔

بر لبش آید بدم مرگ تبسم
١٣٥٧

بحرِ تاریخ راست دُرِّ یتیم رفت طوفان زرا بضربِ کلیم
١٩٣٨

مثنویِ صلائے خودی
١٣٥٧

بہ تقلیدِ معانیٔ اسرارِ خودیٔ اقبال
١٩٣٨

مع تحسینِ کلام و پیامِ عالم افروزِ اقبال
١٣٥٧

با تاریخ ہائے وصال
١٣٥٧

(متاعِ کاسد از بے ہنر حامد حسن قادری)
١٣٥٧

بر نظامی باد رحمت دمبدم — مثنوی را گفت قرآنِ عجم

من چہ گویم وصفِ آں روشن کتاب — آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

جانِ قرآن در تنِ آں مثنویست — معنیٔ وحی ست و لفظ مولویست

یک از دورِ زمانِ بے ثبات — شُد دگرگوں نظمِ بزمِ کائنات

چوں بقرنِ ہشتم آمد دورِ جام — میکشاں گشتند زاں مے تلخ کام

شد جہانِ اَلستِ اقوامِ نوٗ — ساقیِ نوٗ، بادہ نوٗ، جامِ نوٗ

شرع و دین، علم و عمل تغئیر یافت — رنگِ دیگرگوں کہن تصویر یافت

در سرشت آں آب دہم آں گِل نماند — آں سر و سودا و درد و دل نماند

ہم زمیں ہم آسمانے شد دگر — ایں جہاں گویا جہانے شد دگر

چوں کہن گردید عہدِ مثنوی
ناگوارا گشت شہدِ مثنوی

نَے، معاذ اللہ، ز نقصِ آں کتاب — بلکہ از اخفاے عقل اندر حجاب

آں خور است و ہمچناں روشن کہ بود — ہمچناں خنداں است آں گلشن کہ بود

شپرہ چشم ار نہ بیند، گو مبیں — کس اگر زاں گُل نچیند، گو مچیں

لاجرم نازل بشد الہامِ نوٗ
بہر نوٗ اقوام ایں ایامِ نوٗ

آمد اقبال و پیامے داد نوٗ — بزمِ کہنہ را نشاطے داد نوٗ

بیند آں کش چشمِ دل بینا بود — نشۂ آں مے کہ در سینا بود [1]

دید مسلم را کہ مہرش زرد شد — شد دلِ او ساکن و تن سرد شد

کارِ اصلاحش کجا آساں بود — جاں دمیدن در تنِ بیجاں بود

---

[1] ماخوذ از شعر اقبال:
یارب درونِ سینہ دلِ باخبر بدہ — در بادہ نشہ را نگرم آں نظر بدہ

آں زگرمیِ نفسِ اقبال کرد | آنچہ نتواں کرد کس اقبال کرد

آنچہ از رازی و غزالی نشد | آنچہ از سرسید و حالی نشد

کرد اقبال آنچہ از غالب نشد | آنچہ از عُرفی واز طالب نشد

آنچہ از ایراں نشد از ہند شد | آنچہ از مُلّا نشد از رند شد

آنچہ رومی گفت ہم اقبال گفت | لیک حسبِ حالِ عصرِ حال گفت

آنچہ نتواں گفت رومی گفت، او | نو گہر در رشتۂ نو سفت او

آشکارا کرد اعجازِ خودی
مُہر بشکست از خُمِ رازِ خودی

گفت خود ہستی ز آثارِ خودی ست | بے خبر مُسلم از اسرارِ خودی ست

ہست درمانے ولے بیمار نیست | وا دریں میخانہ و میخوار نیست

آں مئے مردافگنِ لشکر شکن [1] | گشت از قحطِ خریداری کہن

ایں کہ داد اقبال پیغامِ خودی
داد مُسلم وحی را نامِ خودی

نیست آں چیزے بجز تعیینِ ذات | یعنی احساسِ شرف بر کائنات

---

[1] ماخوذ از مصرعِ غالب: "ایں مے از قحطِ خریداری کہن خواہد شدن"۔ پہلے مصرع میں "مے مردافگن" بھی غالب ہی کی ترکیب ہے۔

تا نسنجد پایۂ خود آدمی | تا نداند مایۂ خود آدمی

احسنِ تقویمِ خود را تا ندید | بر فلک تقدیمِ خود را تا ندید

تا نہ خود را از ملک برتر نہاد | لامکاں را تا نہ زیرِ پر نہاد

تا نہ خود را داشت محکم تر ز کوہ | در شکوہ افزوں ز بحرِ پُر شکوہ

تا نہ روشن تر ز مہر و ماہ شد | تا نہ از نورِ دلش آگاہ شد

تا نہ خود را داند افضل از ہمہ | وین ہمہ را از دمِ خود دمدمہ[1]

کے شود ہستیِ او مقصودِ کُن | کے شود مصداقِ اِنّی جاعلٌ

ماحیِ معبودِ باطل کے شود | حامیِ توحیدِ کامل کے شود

گہ پرستارِ مظاہر می شود | گاہ محکومِ عناصر می شود

چوں نداند عزّ و شانِ خویش را | بندہ گردد بندگانِ خویش را

آنکہ مہر از نورِ او بنمود چہر | ذرّہ داند خویشتن را پیشِ مہر

آنکہ دریا با وجودِ شوکتش | قطرہ باشد ز بحرِ ہمّتش

من چہ گویم آں غلط اندیش را | قطرہ ہم می نداند خویش را

---

[1] میں نے دانستہ یہ فارسی محاورہ اردو محاورہ (دم کا دمدمہ) سے اختراع کیا ہے۔ اگر اہلِ زبان اسے پسند نہ کریں تو مجھے کچھ اعتراض نہیں ہے۔ لیکن یہ میرزا غالب مرحوم کی تقلید ہے۔ انھوں نے بھی ایک اردو کا محاورہ (ہوا ہو گیا/سے کیا جاتا ہے) فارسی میں ترجمہ کر کے نظم کیا ہے۔ کہتے ہیں:

گوئی ہوا در شکنِ طرّہ حزیں شود | دل زاں شکست [illegible]

می وزد بادے، دلش لرزاں شود — آید آبے، دامنش ترزاں شود

چوں ہوائے او اِلٰہِ او بود
سخت کوتہ بیں نگاہِ او بود

می پرستد انچہ اندر عالم است — دورتر از چشم و بالاتر ز دست

در پرستاری ازیں ہم بگذرد — جامۂ عقلش بدستِ خود دَرَد

ترک گوید دانش و فرہنگ را — خود تراشد، خود پرستد سنگ را

انجم و اشجار معبودِ وَیَند — آتش و ہم آب مسجودِ وَیَند

زن، زمیں، زر، زور اِلٰہانِ وَیَند — ہم دل و جاں، دین و ایمانِ وَیَند

نسل و رنگ و خوں خداوندانِ او — از شمار افزوں خداوندانِ او

رفت از یادش چو پیمانِ الست
از شرابِ حُبِّ باطل گشت مست

چوں خودیِ خویش را از دست داد — جیب و دامانش بدستِ سست داد

دستِ باطل دامنِ حق چاک کرد — نورِ باطن را نہاں در خاک کرد

گشت چوں عرفانِ نفس از وے جدا — رفت از دل ہم خودی و ہم خدا

ے اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ۔ (کیا تم نے اس پر بھی نظر کی جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا رکھا ہے) سورۂ فرقان، پارہ ۱۹، رکوع ۴

پس خودی چیزے بجز توحید نیست
دین و دنیا را جز ایں تمہید نیست

ہست تعیینِ خودی اعلانِ حق — یاد کن اعلانِ آں جانانِ حق
نعرہ چوں آں سرکشے رہ کردہ گم — زد۔ لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ[1]
قَالَ لِلْفَارُوْقِ وَحْیُ اللّٰہِ قُمْ — قُلْ۔ لَنَا الْمَوْلٰی وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ[2]
لیکن ایں اعلائے حق آید بروں — زانکہ پُر از ذوقِ حق گشتش دروں
گم چو شد فرقِ حق و باطل ازو — در دلِ او نے اَنَا ماند نہ ھُوْ
کے خدا ماند، خودی شد گرفنا — از اَنَا ھُوْ ہست وہم از ھُوْ اَنَا

ایں پیامِ حق کہ سرِ اقبال داد
قوم را بارِ دگر اقبال داد

گرچہ بسیارند دیں را رہبراں — نیست ایں بسر درحدیثِ دیگراں

---

[1] جنگ اُحد میں قریش کے امیر ابوسفیان نے (جو ابھی کافر) مسلمانوں کو چڑانے کے لئے لشکر قریش سے نعرہ بلند کیا۔ لنا العزیٰ ولا عزیٰ لکم (ہمارا عزیٰ بت ہے اور تمہارے پاس عزیٰ نہیں ہے)۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نعرہ سنکر صحابہ کرام سے فرمایا کہ کوئی شخص پکار دو کہ اللہ مولنا ولا مولیٰ لکم (اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں)۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فوراً اٹھکر یہ نعرہ حق بلند کر دیا۔ میں نے نظم میں موزونیت کے لئے اصل الفاظ میں کچھ تغیر کر دیا ہے۔

[2] اس شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ وحی اللہ (یعنی آنحضورؐ) نے فاروقؓ سے فرمایا کہ اٹھو اور کہو ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولا نہیں

گرچہ بسیار ند استادانِ شعر — بر نیامد این گہر از کانِ شعر

این نمی آید ز حرفِ دیگراں — این نمی گنجد بظرفِ دیگراں

ہر دل و جاں قابلِ این درد نیست — کنزِ مخفی گنجِ بادآورد نیست

بود راسخ حُبِ حق در رُوحِ او

باد رحمت ہائے حق بر رُوحِ او

باد رحمت ہائے حق بر تربتش — آمد "المغفور" سالِ رحلتش
۱۳۵۷

ہم ز روے وادّ در وحیِ کریم — گفت ہاتف "عِندَہٗ اَجرٌ عظیم"
۱۳۵۷=۱۳۵۳+۴

سالِ دیگر ہم ز قرآنِ مبین

گفت حامد "لَذَّۃٍ لِلشّٰرِبِیْن"
۱۳۵۷ھ

Late Dr. Sir Mohd. Iqbal

تاریخ وفات مولانا شوکت علی مرحوم رامپوری

مادۂ تاریخ (شمع خاموش) سے مرزا غالب کا وہ مشہور قطعہ یاد آگیا۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے:۔
اے تازہ واردان بساط ہوائے دل ‏ ‏ ‏ ‏ زنہار اگر تمہیں ہوس نائے و نوش ہے
چونکہ غالب ہی کا آخر مصرع عین بہ مصرع تھا اور ان میں ترمیم کرکے شعر اور مصرع بنا لے۔ یہ قطعہ
[illegible] دبدبۂ سکندری رامپور میں شائع ہوا۔

اے تازہ واردان بساط فلاح قوم ‏ ‏ ‏ ‏ زنہار اگر تمہارے دلوں میں بھی جوش ہے
ہر لمحۂ حیات کو کرنا ہے وقف کار ‏ ‏ ‏ ‏ یہ وقت بے نیازی فردا و دوش ہے
تم کو بھی حق کے واسطے رہنا ہے سر بکف ‏ ‏ ‏ ‏ مومن ازل سے حق کے لئے سرفروش ہے
اسکی نظر میں ایک ہے سب مستی و خمار ‏ ‏ ‏ ‏ مینائے حُبِ قوم سے جو بادہ نوش ہے
ہر درد مندِ ملت اسلام کے لئے ‏ ‏ ‏ ‏ لذت میں زخم نیش بھی مانند نوش ہے
ایثار و جاں نثاری اسلاف دیکھکر ‏ ‏ ‏ ‏ مجبور عقل بھی پئے تسلیم ہوش ہے
دیکھو مسیح ملک و محمد علی کی شان ‏ ‏ ‏ ‏ جنکے کرم سے باغ وطن سبز پوش ہے
تصویر جنکی آج بھی ہے جنت نگاہ ‏ ‏ ‏ ‏ جن کا فسانہ آج بھی فردوس گوش ہے
انصاری اور فضل حسین آہ اب کہاں ‏ ‏ ‏ ‏ اقبال سادہ نغمہ سرا بھی خموش ہے
یا پہلے دیکھتے تھے کہ صبا سے درد سے ‏ ‏ ‏ ‏ ہر شخص نشہ در سر و مینا بدوش ہے
گل ہائے جوش و شوق سے ہر اک بساطِ دل ‏ ‏ ‏ ‏ دامان باغبان و کفِ گل فروش ہے
یا اب جو آ کے دیکھئے محفل میں قوم کی ‏ ‏ ‏ ‏ نے وہ سرور و سوز نہ جوش و خروش ہے
شوکت علی کا دم تھا غنیمت۔ سو ناگہاں ‏ ‏ ‏ ‏ راہی خلد قوم کا وہ سخت کوش ہے

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

"خاموش شمع" سے جو نکلتا ہے سالِ غم ‏ ‏ ‏ ‏ غالب کا فیض اور عطائے سروش ہے
۱۳۵۷ھ

سرورقِ تاریخی

بِسْمِ اللّٰہِ قَسَّامِ الْاَزَلِ عَالِمِ الْغَیْبِ وَالسِّنِیْنِ وَالْحِسَابِ

گنجینۂ تواریخ

و

خزائنِ سنین وشہور

یعنی

فہرستِ مُرتّبِ سنینِ ہجری وعیسوی

مطابق

ترکیبِ مطابقتِ سنین

بر

اصولِ صحیح مطابقتِ سنینِ ہجریہ وعیسویہ

نقل کردۂ حامد حسن قادری و نورچشم زاہد حسن فریدی

تواریخِ نیش زدنِ زنبور بررانِ خاکسار حامد حسن قادری

ہمارے مکان شکستہ ذکاء اللہ خاں مرحوم واقع قاضی گڑھ میں بھڑوں کا چھتا ہے۔ بلندی پر ہونے
سبب سے رسائی مشکل ہے کہ توڑ ڈالا جائے۔ بھڑیں اس قدر موذی ہیں کہ گھر بھر میں مشکل سے کسی کو کاٹنے
سے چھوڑا ہوگا۔ مولوی حاجی محمد فیاض الدین صاحب رامپوری مہمان تھے اور ان کے ساتھ فتحپور سیکری
جانے کا ارادہ تھا۔ رات میں لالٹین اٹھا کر جلا کر صبح پہنے کپڑے نکال رہا ہوں۔ لالٹین پر بیٹھا ہوگا
اس نے کاٹ لیا۔ پاجامے کا اور بڑا سا ڈنک لگا لیکن اس نے بھی کافی اذیت دی۔ ورم بھی ہوگیا
اور تھوڑی سی تپ بھی آچلی آئی۔ صبح کا جانا گیا رات کا کھانا بھی ملتوی کیا۔ ناشتہ بھی بچتے بچتے رہ گیا
غالباً بیس سال بعد بھڑ نے کاٹا ہے۔ (۱۰ اکتوبر ۱۹۳۲ء)

(۱)

زخمی زدامشب برانم — تیرے از کیشِ زنبورے
شکوہ چرا؟ چوں ہست مسلّم — نیش زنی کیشِ زنبورے
ہاں۔ تاریخ بگو اے حامد — ایذا از نیشِ زنبورے

(۲)

ارادہ تھا ہم اور فیاض صاحب — کریں سیکری چلکے سیر اور سپاٹا
مگر نیشِ زنبور نے باز رکھا — گندھا رہ گیا ناشتے کا بھی آٹا
یہ تاریخ تم التوا کے سبب کی — سنا دو کہ۔ حامد تتیّے نے کاٹا

تواریخِ سیرِ نشاط افزا

یعنی

مُرقّعۂ تواریخِ سیرِ ڈیگ

۱۹۳۶

سینٹ جانس کالج آگرہ کے اسٹاف کی سالانہ پکنک بمقام بھرت پور و ڈیگ بتاریخ ۱۰ر اگست ۱۹۳۶ء

(۱)

مقرر ہے ہر سال پکنک کی رسم　　بڑے زندہ دل ہیں ہمارے کُلیگ

پڈگرّی میں بھی، اور ڈِگرّی میں بھی　　یہ ہشّاف بھی کاملوں کی ہے لیگ

کوئی پادری، پنڈت اور مولوی　　کوئی آکسن، کینٹب اور علیگ

سفر میں ہے بارش نہونے کی شرط　　یہ ڈر ہے کہ رستے میں جائیں نہ بھیگ

یہ پکنک کی تاریخ حامد لکھو　　کرو آج سیرِ بھرت پور و ڈیگ

۱۳۵۵

---

۱ PICNIC سیر و تفریح۔ ۲ COLLEAGUE ہم پیشہ، ایک محکمہ کا ملازم۔ ۳ PEDIGREE نسل و نسب۔ ۴ DEGREE درجہ، فضیلت، سند [illegible]۔ ۵ STAFF [illegible]۔ ۶ LEAGUE جماعت۔ ۷ OXON آکسفورڈ یونیورسٹی کا سند یافتہ۔ ۸ CANTAB کیمبرج کا سند یافتہ۔ ۹ ALIG علیگڑھ کا سند یافتہ۔

(۲)

کبھی متھرا کی کبھی ڈیگ کی سیر — اہلِ کالج بھی کیا کرتے ہیں

آتشِ الفت و ہمدردی سے — دل کا روشن جو دیا کرتے ہیں

مہر و مہ نورِ خرد سے ان کے — رات دن کسبِ ضیا کرتے ہیں

خوشدلوں کا کہیں ہوتا ہے جو ذکر — نام ان کا ہی لیا کرتے ہیں

صاف دل رند ہیں اُن سے بہتر — جو تقدُّس میں ریا کرتے ہیں

یاں تو بیرے ہیں بجائے ساقی — جائے مے چائے پیا کرتے ہیں

کھیل کر کیرم و تاش و شطرنج — مات پر مات دیا کرتے ہیں

کرتے ہیں شعروں میں ہم تُک بندی — یعنی پیوند سیا کرتے ہیں

پائے اندیشہ کو کر کے خارج — فکرِ تاریخ کیا کرتے ہیں

... زندگی زندہ دلی کا ہے نام

... مُردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

۱۹ ۴ ۳ ۷

"بہ حساب تاریخیں"

۱۳۵۲

گنجِ نایاب تواریخ

بہ

تواریخ نکاح پسر و دختر جناب حکیم محمد حیات خاں صاحب دہلوی طبیب آگرہ

(دعوت نامۂ مشترک پر لکھی گئی)

شادی نکاح صاحبزادہ و صاحبزادی حکیم محمد حیات خاں دہلوی
۱۹۳۲

(مٹھائی کی طشتری پر کندہ کرائے گئے)

(۱) یادگار تقریب شادی محمد اشرف
۱۹۳۲

(۲) ایں یادگار شادی محمد اشرف خاں
۱۹۳۲

نوٹ: [illegible]

(۳) جشنِ مسعودِ نکاحِ محمد اشرف خاں

(۴) ہدیۂ عروسی سعیدِ زماں محمد اشرف خاں

یہ ہدیۂ عروسیِ حکیم محمد اشرف خاں قبول ہو

(۶) مجلس عروسی حکیم محمد اشرف خاں دہلوی
۱۹۳۲

(۷) ساچق شادی حکیم محمد اشرف خاں دہلوی
۱۹۳۲

(۸) ولیمہ مسنون شادی محمد اشرف خاں
۱۹۳۲

تاریخ عطیۂ خلافت

بسلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ جماعتیہ

کہ حضرت قبلہ عالم مولانا حاجی حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب
محدث علی پوری مدظلہم و دامت برکاتہم مولوی عابد حسن صاحب فریدی
ایم اے ایل ٹی، ایم آر اے ایس (لندن) را با خرقہ و دستار خلافت ارزانی فرمودند

یہ پیر کے انوار مبارک عابد — یہ طالع بیدار مبارک عابد
یہ فیض کے آثار مبارک عابد — یہ لطف کا اظہار مبارک عابد
یہ مطلع انوار مبارک عابد — یہ مخزن اسرار مبارک عابد
یہ تحفۂ احرار مبارک عابد — یہ ہدیۂ ابرار مبارک عابد
یہ نافۂ تاتار مبارک عابد — یہ طبلۂ عطار مبارک عابد
یہ گوہر شہوار مبارک عابد — یہ گنج گرانبار مبارک عابد

یہ سال فرح بار مبارک عابد
یہ خرقہ و دستار مبارک عابد
۱ ۳ ۲ ۹ ۱

تاریخ ہڑتال کالج

(۱)

یہ لڑکوں کی ہڑتال کیا اور کیوں ہو
نہ عقل آئی تعلیم تا دیر سے

ہو آزادی ایسی تو تاریخ ہے
کہ: "آزادیِ اخلاق و تہذیب سے"

۱۹۴۸ء

(۲)

آگرہ کالج و سینٹ جانس کا بگڑا ہے مذاق
یعنی سمجھیں یہ بات کہ پڑھنا ہے مذاق

امتحان دینے نہ آئے تو یہ تاریخ ہوئی
"لڑکے ہڑتال کو ہی سمجھے کہ اچھا ہے مذاق"

۱۹ ء ۴۸

(۳)

یہ ہڑتال تاریخ کا اک سبب ہے
"نہ باقی ادب داب نہ تہذیب اب ہے"

۱۳۶۸ھ

(۴)

پھرا سر کہ سیاستیوں سے ہوئے
ہر لڑکوں کا ہڑتال پر اتفاق

یہ "خمسہ" ہے شامل تو تاریخ ہے
"جنون، مینیا، خبط، سودا، مراق"

۴۰۵

۱۵۴۳
۴۰۵
۱۹۴۸ء

"ہدیۂ تاریخ سلور جوبلی پیشوا دہلی"

۱۹۵۰

(۱)

خدمتِ دیں کرتے کرتے ہو گئے پچیس سال ——— ہے بقائی پر یہ بے شک لطف و انعامِ خدا

مصرعِ تاریخ ادب سے سر اٹھا کر عرض کر ——— "ہو مبارک پیشوا کی جوبلی نامِ خدا"

۱۳۶۹ھ

(۲)

ہو گئے پچیس سال، یہ بھی ترا فضل ہے ——— اور بڑھے اے خدا زندگیِ پیشوا

قادری بے نوا، سالگرہ کا ہے سال ——— "فضلِ خدا سے عجیب جوبلیِ پیشوا"

۱۹۵۰ء

"تواریخِ نیشِ عقارب"

۱۹۵۰ء

۱۲ ستمبر کو رشید میاں پانی پینے گیا تو مراحی پر بچھو نظر آیا مگر فوراً غائب ہو گیا، مارا نہ جا سکا۔ تھوڑی دیر بعد میں نسیمہ اسی مراحی سے پانی پینے گئی تو انگلی میں کاٹ لیا۔ مگر بہت زور سانپ ایسی زیادہ اذیت نہ ہوئی اور وہ رات بھر بے حال رہی گئیں۔ تھوڑی دیر میں تکلیف رفع ہو گئی اور بچہ بچ گیا

کسی سے خاص تو کینہ نہیں ہے بچھو کو ——— اگر رشید بچے ہیں تو ہم نسیمہ سہی

مثلِ قدیم جو ہے اس سے یہ ہوئی ہے عیاں ——— "یہی طبیعتِ کژدم کا اقتضا ہے، یہی"

۱۹۵۰

تاریخ پارٹی

(۱۱ اگست کو)

جب اُوج ملا، بازو سے اخلاق اُڑ کر — شہرہ غالب کا پڑا ورنہ حسب میں نہ نسب میں

اخلاق میں مہمانی و دعوت ہے بڑی چیز — ہو ٹی سحر و شام، ڈنر ہو کبھی شب میں

سچ پوچھو تو اعضا کا رئیس ایک ہے معدہ — بڑھ کر ہیں دل اور دماغ اس کے طلب میں

تاج اس کے سب استاد سمجھتے ہیں یہ نکتہ — شک کس کو ہے جو جائے شکم و قدرت رب میں

اس واسطے ہاں کبھی دعوت کا کبھی چاہئے — کھاتے ہیں کھلاتے ہیں۔ یہی وصف ہے سب میں

لو، چاہئے تاریخ اگر قادری اس کی — "خوب آج بھی ہے پارٹی اسٹاف کلب میں"

۱۹۶۵۱

تاریخ سرقہ

مسجد معتمد خان کے امام صاحب کی شیروانی کوئی لیکر چلتا بنا

یَسرِقُ المَالَ مِن بُیُوتِ الله — اَشہَدُ اَنَّہٗ غَوِیٌّ وَطَغیٰ

"تواریخِ سرقہ و سارق" — سال گفتم بعدِ وقتِ بلغا

۶۱۹۵۱

اور بھی قادری ہے اک تاریخ — "اچھا دھوکا فریب خوب دغا"

۶۱۹۵۱

(۲ اگست)

تاریخِ "ماش"

پروفیسر خواجہ عبدالواحد صاحب کا پنڈی میں ماش کی دال کبھی پسند کی سنے
اور ہم دو ہیں گھنٹوں وہاں اُردو کی دال اور کھچڑی کے عاشق ہیں۔ اُن کے
لئے ۹ر اگست ۱۹۵۱ء کو یہ تاریخ لکھی گئی۔ خواجہ صاحب کو یہ تاریخ
اسقدر پسند آئی کہ اسکے بعد بھی جب وہ گھر آئے اور کھانے پر بیٹھے
مہمان جمع ہوئے اور کھانے میں ماش کی دال ہوئی، خواجہ صاحب نے یہ تاریخ سنکر سنوائی

ماش را بر سر زر رو میل کند ہی — قدر نشناسد اگر غیر بود
دال آں خوردم و گفتم تاریخ — "ماش الدال علی الخیر بود"

۱۳۷۰ھ

"دلچسپ تاریخیں"

۱۳۷۰ھ

(۱)

سنو رہے انھیں منع کرنا پڑا — کہ اب اس تمنا کا موقع نہیں
ابھی میں نے تاریخ بھیجوا دی کہ تار — کہ "سیر و تماشا کا موقع نہیں"

۱۳۷۰ھ

(۲)

جیوڑا ہی نکل گیا تو کیا شعر و غزل — فکر و غم سب ہی ہے سیر و تفریح
"فکر و غم جاوید ہو" یہ بھی تاریخ — آج آہ کہاں فضائے سیر و تفریح

۱۳۷۰ — ۱۹۵۱ء

(۳)

{ا پریل ۱۹۵۱ کے ستون}

انھیں دونوں تاریخیں آئیں پسند — ہوئی ان سے میری خوشی چوگنی
کہوں کیوں نہیں اس کی تاریخ بھی — "وہ تحسین تاریخ اُن کی سُنی"

۱۹۵۱ء

"تاریخِ جامعِ خوبی"

١٩٥٣ء

حضرت مولانا الحکیم الحاج مولوی محمد خوب صاحب قبلہ احمد آبادی دامت برکاتہم نے
دو مختصر رسالے وظائف مقبولہ اور فاتحہ مسنونہ کے متعلق تصنیف و شائع فرما کر
ارسال فرمائے

وظائف جو مقبول تم نے سکھائے ‏ ‏ ‏ یہ باعثِ برکتِ جسم و جاں ہیں

بتائے ہیں جو فاتحہ کے طریقے ‏ ‏ ‏ یقیناً یہ مفتاحِ گنجِ نہاں ہیں

یہ ہے حضرت خوب صاحب کا فیضان ‏ ‏ ‏ تو تاریخ ہے: "خوب کی خوبیاں ہیں"

١٣٧٢ھ

تاریخِ تاسیس

ڈاکٹر ذاکر حسین خان صاحب وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ وہاں کے
شعبۂ نباتات کی کسی عمارت کا سنگِ بنیاد رکھنے والے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے
مجھ سے فرمائش کی کہ دو لفظ میں ایسی تاریخ کہی جائے جس میں نباتات کا کچھ حوالہ ہو
یا تو ڈاکٹر صاحب کا نام ہو۔ میں نے دو قطعے کہہ دیے۔ انہوں نے اپنے نام والی پسند کی

هُوَ الْخَالِقُ الْبَارِئُ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى

١٣٧٢ھ

اُسِّسَ بِيَدِ السَّامِي ڈاکٹر ذاکر حسین

١٩٥٣ء

تاریخِ کتاب

منشی عابد حسین صاحب آغائی اکبرآبادی نے کراچی سے اپنی نئی تصنیف تصوف "صحیفۂ محبت" چھپنے سے پہلے میرے پاس نظرِ ثانی اور دیباچہ اور تاریخ کے لئے بھیجی۔ میں نے تینوں خدمتیں انجام دیدیں۔

(۱)

تصنیف ہے یہ عابد آغائی کی — یا دل پہ لطیفۂ محبت اترا

تاریخ یہ حق سے دی نے لکھ کر بھیجی — "ہاں ہاں، یہ صحیفۂ محبت اترا"

۱۳۷۲ھ

(۲)

محبت کی باتیں جو عابد نے لکھیں — نمایاں ہے اُن کا وفورِ محبت

اگر قادری اس کی تاریخ چاہو — تو لو "عینِ نور و ظہورِ محبت"

۱۹۵۲ء

تاریخ

"تجدیدِ زفاف توبہ شکن"

۱۳۷۲ھ

کئی سال ہوئے کسی بات کا منشی صاحب کی بیوی مدت دراز تک روٹھی رہیں۔ اب عابد انکا گھر آ گئی ہیں۔ اور یہ گویا ولیمۂ ثالث ہے۔ پہلے کا پہلا زفاف عابد ہے دو ثالث میں جلکے ہیں۔ تو اب تیسری بار گھر آئی ہے

تجدیدِ زفاف تو مبارک ہو تمہیں — جشنِ عیشِ عظیمۂ ثالث ہو

تاریخ میں یادگار اگر ہو منظور — لو "خوب را ولیمۂ ثالث ہے"

۱۹۵۳ء

تاریخِ ریش

پروفیسر محمد طاہر فاروقی نورشہ میاں نے پاکستان جا کر داڑھی کو صاف کر دیا۔ پہلے کہا کرتے تھے کہ وہاں جا کر نہ منڈواؤں گا۔ بڑی خوبصورت داڑھی اور شاندار چہرہ تھا مگر جوانی ہی میں بال سفید ہونے شروع ہو گئے تھے۔ عمر زیادہ معلوم ہوتی تھی۔ غالباً جولائی یا اگست ۱۹۴۸ء میں یہ صفائی کی تھی مگر مجھے ۱۰ اپریل ۱۹۴۹ء کو علم ہوا اسی روز تاریخ کہی۔ دوسرے عزیزوں کے واقعات قطعہ میں بالکل صحیح ہیں۔ جب میں ۹ جون ۱۹۴۹ء کو لاہور گیا تو خود نورشہ میاں کو قطعۂ تاریخ سنایا۔ بہت خوش ہوئے

فصلِ خزانِ ریش

۱۳۶۸ھ

وہاں جا کر جو منڈوائی تھی نے داڑھی — دیا گویا یہ پاکستان کو باج
ذرا سے بال تھے، پر بنتے ہیں دیتے — نہ تھی آخر حسد عرض و طول میں چھاج
یہ ڈر تھا، آ نہ جائے سفیدی — مگر تھا یہ تو نورِ رات معراج
اگر ڈولی بھاگا لا ہو جب تو — نہ تھا اس کا ڈھونڈنے کوئی علاج
کبھی تقریب سمجھا تھا کسی نے؟ — کہ ذبحِ ریش کو سمجھا حلال آج
بڑا افسوس کہاں تھا کیا کسی نے؟ — کہ یوں اٹھا غضب کا بحر مواج
ہوا پیدا نہ صورت کا دشوار — شناسا بھی تو رہ سکا ہیں محتاج

تاریخِ امتحاں

بچے ایسے آؤٹ ہوئے کہ خوب فضیحت ہوئے

حفاظت نہ ہر چیز کی خود کر سکا — بہت آپ بھی ہیں خوش اُسلوب والا!
کوئی اس کی تاریخ پوچھے اگر — تو کہہ دو "فضیحت ہوئی خوب واہ!"

(۲۵ جون ۴۹ء) ۱۹۴۹ء

تاریخ "جوئے شیر"

جب نہرِ پاکستان جو پنجاب کے ہیڈ ورکس کی در حقیقت ہند کی تھی۔ اسکا افتتاح تھا

مری ناکامیوں کو دیکھ کر ہے چرخ چکر میں — نہیں ممکن جواب اس گردشِ تقدیر کا لانا
کروں کیا میں، بجز غم کھا کے تو تاریخ کہنے کے — کہ: "ہر پربت کا پانی آج جوئے شیر کا لانا"

(۳۰ اپریل ۴۸ء) ۱ ۳ ۳ ۲۸

"تواریخِ وفات محسنِ ہند"

۱۹۲۱ء

"عالی جاہ کنور محمد لطافت علی خاں سعد آبادی"

۱۹۲۱ء

"اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَھُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ"

سورہ رعد ۱۹۲۱ء رکوع ۴ پارہ ۱۳

لطافت علی خان عالی ہمم — ہوئے واصلِ خالقِ انس و جان
لطافت علی خاں کی یہ ذات تھی — کہ تھی سعد آباد کی عز و شان
کریمِ زماں، حاتمِ وقت تھے — کہ تھا جود و بخشش کا دریا رواں
معانی پہ یہ حامد حسن قادری — کرے ان پہ رحمت خدائے جہاں
سرِ لوحِ تربت لکھو سالِ وفات — یہ لکھ دو "کنور اب ہیں خلد آشیاں"

۱۳۴۰ھ

یہ تاریخ بھی ۲۸ سال کے بعد مقبرہ سنگِ مرمر پر کندہ کی گئی

اس آیت کی تاریخ کے سلسلے میں یہ ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ قرآن مجید میں یہ آیت ضمیر غائب کے ساتھ بھی ہے اور بہت مشہور ہے۔ قدیم زمانہ کے مختلف بزرگوں نے اس آیت کے مختلف حصوں سے سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے مختلف اولیاء اللہ کی تواریخ وفات نکالی ہیں جو اسقدر دلچسپ و موزوں ہیں کہ میں ان تاریخوں کو بھی ان بزرگوں کی کرامات سمجھتا ہوں۔ ذیل میں درج کرتا ہوں:۔

وَاللّٰہ - "اِنَّ اَولِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوفٌ عَلَیہِم وَلَا ھُم یَحزَنُونَ"

سلسلہ کے قدیم بزرگوں کی تاریخ وفات	۱۰۸۵ھ
تاریخ وفات مولانا فخرالدین رحمۃ اللہ علیہ دہلوی	۱۱۹۹ھ
تاریخ وفات مولانا شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۲۵۰ھ
تاریخ وفات مولانا شاہ نظام الدین حسین صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۳۲۲ھ

آخری تاریخ والد مرحوم کی نکالی ہوئی ہے۔ انہوں نے آیت پر (واللہ) کا اضافہ کیا ہے۔ اس لئے میں نے لکھنے میں اسکو جدا کر دیا ہے۔ یہ اضافہ بھی خوب ہے۔

تاریخ تعمیر مسجد

اسلامیہ کالج پشاور کے پروفیسر محمد شفیع صاحب سیاحت دکن کی غرض سے کالج کے بعض طلبہ کو لیکر آگئے تھے اور نرشہ میاں کے گھر قیام فرمایا۔ انکی فرمائش پر یہ تاریخ مرتب کی گئی:۔

رَحمَتُ رَبِّکَ خَیرٌ مِّمَّا یَجمَعُونَ

۱۹۴۰ء (زخرف۔ پارہ ۲۵)

نیک دل سردار عالم نیک نام — ہیں جواب خلد آشیاں جنت مقام

ابن مولانا امیر احمد تھے وہ — علم میں تھا جن کا جاری فیض عام

خواہش سردار عالم تھی یہی — ان سے کچھ انجام پائے نیک کام

جانتے تھے وہ کہ انکے مال سے — ہو بنائے مسجد رب انام

انکی بیگم آمنہ سردار نے — کر کے سب حسب وصیت اہتمام

یہ بنائی مسجد تقوے اساس — حق تعالیٰ دے انھیں اجر دوام

سال تعمیر عبادتگاہ رب — کہدو۔ مسجد ثانی بیت الحرام

۱۳۶۰ھ

تاریخ وفات نواب محسن الملک

اُولٰئِکَ یَدخُلُونَ الجَنَّۃَ یُرزَقُونَ فِیھَا

۱۳۲۵ھ (سورۂ مومن۔ رکوع ۵۔ پارہ ۲۴)

تواریخ

غم تازۂ وفات
۱۹۴۰

عالی مناقب مولانا الحاج سید علی احسن احسن مارہروی انار اللہ برہانہ
۱۳۵۹

۵۸۱ + ۱۳۵۹ = ۱۹۴۰ء

از افکار پریشان حامد حسن قادری
۱۳۵۹ء

(۱)

راہیِ جنت ہوئے احسنِ مارہروی — ہو گئی رونق بڑی انجمنِ خلد میں

حافظ و حاجی بھی تھے۔ عالم و صوفی بھی تھے — ہوتے نہ کیوں آپ بھی انجمنِ خلد میں

شاعر و نقّاد تھے۔ فاضل و اُستاد تھے — اب نہ رہی کچھ کمی انجمنِ خلد میں

تعمیہ سے بن گیا سال، جو شامل ہوئے
احسنِ مارہروی انجمنِ خلد میں
۵۸۱ + ۷۷۸

۱۳۵۹ھ

(۲)

عالم سے پردہ کر گئے وہ احسنؔ مارہروی — تھا نام جن کے نام سے، تھا فخر جن کی ذات پر
حامدؔ، اجل کے ہاتھ سے اب بے سروپا ہو گئے — زُہد و وَرَع۔ فضل و کرم۔ شعر و ادب۔ علم و ہنر

ز / ۲۰۵ + ض ر / ۱۰۰۰ + ع و / ۷۶ + ل ن / ۸۰

سنہ ۱۳۵۹ھ

(۳)

اچھے جا کر ہوئے تم احسنؔ، — رونق افزائے جنتِ خُلد
حامدؔ لکھتا ہے سالِ رحلت — ہو بزم آرائے جنتِ خُلد

۱۳۵۹ھ

(۴)

حضرتِ احسنِ نقاد و حکیم و عالم — ہو گئے منزلت افزائے خلودِ جنت
بکرمی، عیسوی و ہجری و فصلی ہیں یہ سال — پاک دل قدوۂ سادات وہ فخرِ حکمت

۱۳۴۸ + ۱۱ ف
۱۳۵۹ھ + ۵۸۱
۱۹۴۰ء + ۵۷
۱۹۹۷ بکرم

(۵)

سپہرِ فضل و کرم کے تھے آفتابِ کمال — جہانِ شعر و ادب کی بہارِ باغِ احسنؔ
اگر وہ اور بھی اک سال زندہ رہ جائیں — تو یادگار رہے یادگارِ داغ احسنؔ

۱۳۶۰

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں — خلاصہ یہ کہ تھا حُسنِ طبیعت ختم احسنؔ پر
فصیح الملک سے تھے فیضیاب۔ اُستادِ کامل سے تھے — کہی تاریخ حامدؔ نے "فصاحت ختم احسن پر"

۱۹۴۰ء

"تاریخِ بے مثل فی البدیہہ"

۱۹۴۰ء

۹ر نومبر ۱۹۴۰ء کو ۵ بجے پونچکر برآمدہ میں جا کر بیٹھا ہی تھا کہ سکندر ایڈیٹر اردو [illegible]
سید انعام الرحمٰن آیا اور فرمائش کی کہ سید سخاوت علی صاحب کی تاریخ وفات کہہ دیجئے
میں نے کہا مجھ سے فرمائش کرنے کی کیا وجہ؟ آگرہ میں اور بہت تاریخ گو ہیں۔ اس نے کہا کہ
بھائی صاحب نے کہا تھا کہ قادری صاحب سے کہنا۔ میں نے اس سے بزرگ کا نام پوچھا تو مرحوم کا
تھا۔ اپنے رجسٹر کے کونے پر نام لکھ لیا۔ وہ پیچھے میز پر اخبار پڑھنے لگا۔ میں نے سید سخاوت علی
کے عدد نکالے تو معلوم ہوا کہ حق کے ۱۰۸ عدد جوڑنے سے سنہ ہجری نکل آئے گا۔
یہ خیال آتے ہی مصرعہ تاریخ موزوں ہو گیا اور فوراً اس کے اوپر کا مصرعہ بھی۔ اس کے بعد
اسی وقت پہلا شعر بھی بن گیا۔ میں نے قطعہ کو کاغذ پر لکھ کر ان کو حوالہ کر دی کہ تاریخ چھپوا۔

سخاوت علی نے وہ صدمہ دیا — کہ مرجھا گئی آہ دل کی کلی

ہوا تعمیہ سے یہ سالِ وفات — ملے حق سے سید سخاوت علی

۱۰۸ + ۱۲۵۱

۱۳۵۹ھ

نوحۂ تاریخی بر وفاتِ مولوی ظہیر عالم چشتی و ہدایت علیخاں صاحب رئیس مرادآباد

مولوی ظہیر عالم کی وفات سے کچھ عرصہ بعد ہدایت علی خاں صاحب کا انتقال ہو گیا۔ ان دونوں میں نہایت مخلصانہ تعلقات تھے، اور یہ دونوں اپنے رنگ میں تمام مرادآباد میں یکتا و یگانہ تھے اور سارے شہر کیلئے باعث فخر و ناز۔ اسی مضمون پر غور کرنے سے ایک مادۂ تاریخ نکل آیا، جسکو مصرع میں موزوں کیا تو خود بخود ذہن منتقل ہوا کہ اسی زمین میں خواجہ حافظ شیرازی کی دو غزلیں ہیں۔ دیوان کھولکر سامنے رکھ لیا اور حافظ کے بعض مصرعوں پر اپنے مصرعے لگ گئے۔ بعض شعر سالم لے لئے۔ اور باقی دس بارہ شعر اپنے لکھکر ایک طویل نظم مرتب کر دی۔

"برو بکارِ خود اے واعظ، ایں چہ فریاد ست — مرا فتاد دل از کف، ترا چہ افتاد ست"

مرا چہ می کنی تلقینِ صبر اے ہمدم — "نصیحتِ ہمہ عالم بگوشِ من باد ست"

اگرچہ گفتۂ حافظ نرفتہ از یادم — "کہ قصر و کاخِ امل سخت سست بنیاد ست"

اگرچہ من بیقیں دانم و تو می دانی — "کہ بر من و تو درِ اختیار نکشادست"

ولے چرا نکشد آہ و نالہ جانِ حزیں — ولے چرا نشود خوں دلے کہ ناشاد ست

ظہیرِ عالمِ چشتی بغربت اندر مُرد — چرا ز درد ننالم کہ جائے فریاد ست

وفاتِ خانِ ہدایت علی ست صدمۂ نو — ندانم آں چہ جفا ست ویں چہ بیداد ست

چہ گویمت کہ چرا زود رخت بر بستند
اجل بشارتے از حق بہر یکے دادست

"کہ اے بلند نظرش ہباز سدرہ نشین
نشیمنِ تو نہ این کنجِ محنت آبادست"

"ترا ز کنگرۂ عرش می زنند صفیر
ندانمت کہ دریں دامگہ چہ افتادست"

شتافتند ظہیر و ہدایت از دنیا
بآں جہاں کہ زہر درد و رنج آزادست

خدا مراتبِ آں ہر دو را بلند کند
کہ بندہ را ز خداوند بخشش و دادست

زمینِ ہمتِ خاں کار ہائے بستہ کشاد
بنائے خلق و مروت ظہیر بنہادست

کشادہ داشت ہدایت ہمیشہ دست سخا
صلائے فیض ہمیشہ ظہیر در دادست

ز مرگِ چشتی اگر آہ رنگِ "بار" شکست
ز مرگِ خاں ہمہ گلزار شہر بربادست

بہر زباں چو بود ذکرِ شاں عجب نبود
کہ حسنِ سیرتِ شاں ملک و قوم را یادست

سعادت از ازل آید۔ بزورِ بازو نیست
قبولِ خاطر و حسنِ عمل خدا دادست

سروش گفت کہ تاریخِ رحلت ایشاں
"خزانِ گلشنِ بزمِ مرادآبادست"
۱۳۲۰ھ

تواریخ رحلت جانگداز

۱۹۶۱ء

نوابزادیِ نیک باطن مہربان خانی بیگم صاحبہ

۱۳۸۰ھ

اہلیۂ نیک مناقب جناب نواب محمد حیدر علی خانصاحب میسوری

۱۹۶۱ء

دخترِ عالی نسب پاکیزہ طینت

۱۹۶۱ء

یگانۂ جہاں ہز ہائی نس نواب عبدالتبریز خان بہادر

۱۹۶۱ء

دلیر جنگ زیبِ ملک نواب آف سادانور بمبئی پریسیڈنسی

۱۳۸۰ھ

(تاریخ از آیۂ لسانِ ازل)

۱۳۸۰ھ

اِرْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا

۱۳۸۰ھ (سورۂ بقرہ آخری آیت)

(طبعزاد حامد حسن قادری جماعتی پروفیسر کالج آگرہ)

۱۹۶۱ء

بِسْمِہٖ تَبَرُّکًا وَّتَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ
۱۳۶۱ھ

تواریخِ ارتحالِ پاکباطن
۱۹۴۲ء

حاجی حافظ نیک سِیَر
۱۳۶۱ھ

پاک دل غلام مصطفٰی مجددی جماعتی
۱۹۴۲ء

اَنَارَ اللّٰہُ سَتَّارُ الْعُیُوْبِ بُرْھَانَہٗ
۱۳۶۱ھ

(۱)

اَدْخَلَ اللّٰہُ غُلَامَ الْمُصْطَفٰی فِی الرَّحْمَۃ — اَکْرَمَہُ اللّٰہُ مَوْلَاہُ الرَّؤُفُ وَالرَّحِیْم

جَاءَ فِیْ اَرْضٍ عَلٰی یَوْمِ لِقَاءِ شَیْخِہٖ — مَاتَ عِنْدَ السَّیِّدِ الشَّیْخِ الْکَرِیْمِ ابْنِ الْکَرِیْم

قَالَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ اِذَا جَاءَ الْاَجَل

قُلْتُ تَارِیْخًا ـ وَذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْم
۱۹۴۲ء (مومن ۱۴۱۰ھ ؍ ۱۹۹۰ء)

بسمہ تبارک وتعالیٰ عزوجل
۱۳۶۳ھ

سواطع تواریخ

۱۳۶۳ھ

یعنی

"تاریخ طبع دیوان گرامی قدر"
۱۹۴۴ء

از

کلام محبوب عالم امام السالکین محبوب حق شاہ محمد تقی عزیز میاں صاحب

۱۹۴۴ء

"صاحب سجادہ بہ اہتمام خانقاہ عالیہ نیازیہ بریلی"
۱۹۴۴ء

(۱)

سخنِ حضرتِ عزیز میاں ۔ ہے عزیز الکلام والافکار
ہر غزل اسکی نکتہ پرور شعر ۔ سوختہ کا ہے ابرِ گوہر بار
کیا شگفتہ ہے مصرعِ تاریخ
آئی کیا باغِ شاعری میں بہار
۱۹۴۴ء

(۲)

کلامِ مولوی معنوی سے کیا کم ہے
کہ ہے بیان بھی وہی سوز و سازِ نغمۂ نے

یہ اک پیام ہے اہلِ دل و نظر کے لئے
یہاں بہ بابِ حقیقت، مجاز نغمہ سے

تو لکھ کے شعر یہ نکلی ہیں خوب تاریخیں
کہ "نغمۂ نے راز آمد" راز نغمۂ نے

۱۳۶۳ ۱۳۶۳

(۳)

اس گلستانِ سخن کو آ کے
کیا بہار چمن اور اس کی بساط

ایک مصرع میں ہیں دو تاریخیں
"سنبلستانِ سخن"، "باغِ نشاط"

۱۳۶۳ ۱۳۶۳

(۴)

چو دیوان کلام ساز شد طبع
"منبعِ ہر نازک خیالاں"

بر آمد سال طبع از "عالم پاک"
"عزیز خاطرِ آشفتہ حالاں"

۱۶۴ ۱۷۸۰
۱۶۴
۱۹۴۴ء

(۵)

دیوان سے ملا سراغِ فیضان
کہیے تاریخ، "باغِ فیضان"
۱۹۴۴ء

(۶)

تاریخ یہ مجمعِ لطافت کہیے
۱۹۴۴ء

اک مخزنِ انوارِ شریعت کہیے
۲۰۰۱ بکرمی
آراستہ بستانِ طریقت کہیے
۱۹۴۴ عیسوی

رنگِ طرب رازِ حقیقت کہیے
۱۳۵۲ فصلی
ہے کیف کیاتِ غوثی، کرامت کہیے
۱۳۶۳ ہجری

(۷)

یہ تاریخ اک نعمتِ سرمدی ہے
کہ "جو شعر ہے دولتِ سرمدی ہے"
۱۳۶۳ء

(۸)

دل و نظر ہیں ہماہ دونوں بیخود و حیران
نظر کا آئنہ خانہ ہے، دل کا مے خانہ
یہ چار سال لکھے ہیں جدید صنعت سے
وہ ماہِ اوجِ نگارش وہ نظمِ شاہانہ

فصلی ۱۳۵۲ + ۱۱
ہجری ۱۳۶۳ + ۵۸۱
عیسوی ۱۹۴۴ + ۵۷
بکرمی ۲۰۰۱

"مطلع تواریخ"

۱۳۷۷ء

"مقدس وحی منظوم مترجم"

۱۹۴۰ء

"از کلام بدیع حضرت سیماب اکبر آبادی"

۱۹۴۸ء

قُل سُبحٰنہٗ ، صُحُفاً مُطَہَّرَۃً فِیہَا کُتُبٌ قَیِّمَۃ

۱۳ ۴ ۷۷

شہرہ کیا کیا ہے اس صحیفے کے — ہند میں ہیں مچی ہوئی دھومیں
ترجمہ ہے کلامِ باری کا — رکھیں سب اس کو سر پہ اور چومیں
فکرِ سیماب کی کرامت سے — معجزہ ہے بیاں کے جادو میں
دل کشی۔ دل بری۔ دل آویزی — ہے عروسِ سخن کے گیسو میں
آئیں اربابِ فکر و اہلِ نظر — پڑھیں اس ترجمے کو اور جھومیں

قادری نے بھی یہ لکھی تاریخ
آ گئی وحی نظمِ اردو میں

۱۳۷۷ء

سیماب صاحب سے میں معذرت خواہ ہوں [illegible] ۔

تاریخِ وفاتِ ناگاہِ گاندھی جی

(۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو شام کے ۵ بجے عبادت گاہ میں ناتھورام ونائک گوڈسے نے ریوالور سے ہلاک کیا)

"آہ ہم سے رہبر اعظم چھٹا" ۱۹۴۸ء

"قتل رہبر اعظم" ۱۹۴۸ء

"گاندھی انسان اعظم ہند آمد" ۱۳۶۷ھ

(۱)

جان قربان کی گاندھی جی نے — اُن کا غم ہے غم ہندوستان ہوئے

بکرمی سال میں لکھو تاریخ — "رہبر اعظم ہندوستان ہوئے"

۲۰۰۴ بکرمی

(۲)

کیا ہے جان پہ ہندوستان کی — کہ ہے جانکاہ غم گاندھی جی

سال ہجری کی یہ تاریخ ہوئی — "ہے بڑا آہ غم گاندھی جی"

۱۳۶۷ھ

(۳)

قیامت ہے کہ یوں سینے پہ گولی کھائیں گاندھی جی — بپا ہے ملک میں جتنا بھی شور آہ و زاری ہے

یہ سال عیسوی ہے بادلِ زار دُکھی لکھئے ما — کہ "ہندوستان کے دل پر بڑا ہی زخم کاری ہے"

۱۹ ۴ ۴۸

(۴)

[illegible] قوم کا [illegible] چتا میں جلتا ہے۔ [illegible]

"چتا میں تری، قوم کا سہاگ"

۱۳۶۷ھ

(۵)

جگمگاتا ہے مصرعہ جو ہر تو بہ ساتھ ہے نادر کی تقلید

یہ نعرہ ہے جو لبِ مُلک سے نکلتا ہے — "سہاگ قوم کا تیری چتا میں جلتا ہے"

۱۲۲ + ۱۸۲۶ = ۱۹۴۸ء

(۶)

یہ آرہی ہے صدائیں بلادِ عالم سے — سہاگ قوم کا تیری چتا میں جلتا ہے

۱۸۰ + ۱۸۲۲ = ۲۰۰۲ء

تاریخ کامیابی خاتون بوزیلش خواجہ حمید فاروق

(۱)

علم ہی زیورِ اصلی ہے ہر اک عورت کا — کم نہ گم ہوگا خزانہ کبھی اس دولت کا

تہنیت مصرعِ تاریخ میں لکھ دو خواجہ — "پالی بی اے کی سند شکر ہے اس نعمت کا" ۱۳۷۸ھ

ہو فزوں عمرِ گرامی تو یہ ہو ماہ سے مہر (۵۹۱) — عیسوی سال میں تبدیل ہو سن ہجرت کا

(۲)

عورت ہے اگر علم کی دولت والی — بیشک ہے وہ کونین کی نعمت والی

خاتونِ عزیز پاس بی اے میں ہوئیں — خواجہ کہو تاریخ "فضیلت والی" ۱۳۷۸ھ

تاریخ انتقال اندوہ افزا

۱۹۴۸ء

عالی جناب والا مقام پروفیسر سید اولاد حسین صاحب شاداں بلگرامی

۱۹۴۸ء

(۱)

رفت ز دار فانی آه — استاد باکمال فن شاداں

بہر در بحر علم و ادب — دُرِ ذات کامل شاداں

در خلوت آزردہ روش — وجدان را حامل شاداں

ہم بحر زخار کمال — ہم ابر سخا دل شاداں

ہم عَلَم اندر خُلق نکو — ہم بکرم کامل شاداں

بود بہر حالت فرخ — بود بہر مشکل شاداں

گفتم "داغ شاداں آه" — رفت چو این منزل شاداں

۱۳۶۷

قادری آمد سال دگر

"فاضل زندہ دل شاداں"

۱۳۶۷

(۲)

بیک مصراع آمد سالِ فوتِ آن ذی شان

کہ آہ آں شمعِ معانی بود باخُلق وکرم شادان

فصلی	۱۳۵۵ + ۱۲
ہجری	۱۳۶۷ + ۵۸۱
عیسوی	۱۹۴۸ + ۵۴
بکرمی	۲۰۰۲

(۳)

معدنِ فضل بلگرام ، چہرہ فروغ رامپور

۱۳۶۷ھ ۔ ۱۹۴۸ء

(۴)

کرم فرما جنابِ منشی فاضل

۱۳۶۷ھ + ۵۸۱ = ۱۹۴۸ء

(۵)

فاضلِ تنہا کرم شیوہ عظیم القدر بود

۱۳۶۷ ۔ ۵۸۱ ۔ ۱۳۶۷

۱۹۴۸ ۔ ۱۹۴۸

ہجری: ۸۴۶ ، ۸ ، ۱۸۶ ، ۶ ، ۸ ، ۳۱۵ — ۱۳۶۹
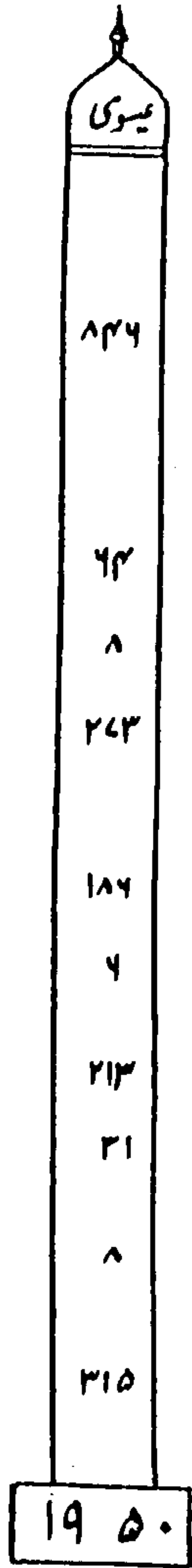
مجمع الکرامات

نایاب

از

حق آگاہِ باطن نگاہ

جنابِ امامِ اولیا

و

باُردو

ھدیۂ ادب

از

قادری

عیسوی: ۸۴۶ ، ۶۴ ، ۸ ، ۲۴۳ ، ۱۸۶ ، ۶ ، ۲۱۳ ، ۳۱ ، ۸ ، ۳۱۵ — ۱۹۵۰

بسم اللہ الواحد السلام سبحانہ وتعالیٰ شانہ
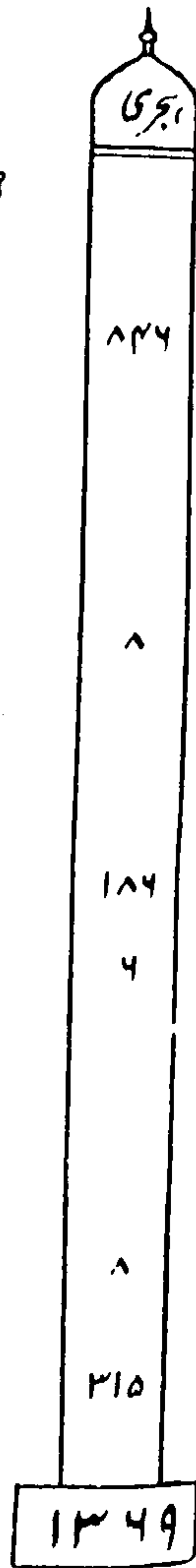
۱۳۶۹ھ

تواریخ از اقل العباد حامد حسن قادری

۱۹۵۰ء

آثار التواریخ

۱۹۵۰

(برائے)

تالیف گنجینۂ کرامات اولیا

۱۳۶۹ھ

(و)

تذکرۂ اولیائے حق رامپوری

۱۹۶۵۰

(یعنی)

کتاب بے بہائے اہل دل
۵۲۳

مجمع الکرامات

۸۴۶

۱۳۶۹ھ

باحوالِ اقطابِ حق حافظ جمال اللہ و شاہ درگاہی

۱۹ ۵۰ ء

رحمہم اللہ البصیر و قدس اسرارہم

۱۳ ھ ۶۹

(۱)

رنگِ مے عرفانِ حقیقت یہ ہے ۱۳۶۹ ہجری
مقصودِ گُلِ نخلِ شریعت یہ ہے ۱۹۵۰ عیسوی
نایاب دُرِ فیضِ طریقت یہ ہے ۲۰۰۷ بکرمی
اک بحرِ ہدایت ہر کرامت یہ ہے ۱۳۵۷ فصلی

(۲)

گنبدِ سبز شہِ درگاہیؒ ‌ ‌ ‌ فیضِ عشقِ شہِ جن و بشر است
قادری سالِ بنائے دلکش ‌ ‌ ‌ "جلوۂ قبلۂ اہلِ نظر" است
۱۳۶۷ھ

(۳)

باادب رکھئے قدم اس در پر ‌ ‌ ‌ یہ بھی دربارِ شہنشاہی ہے
سالِ تعمیرِ جدیدِ گنبد ‌ ‌ ‌ "قبۂ اخضرِ درگاہی" ہے
۱۹۴۸ء

(۴)

گنبدِ سبز شاہ درگاہیؒ ‌ ‌ ‌ باغِ عرفاں کا ہے گلِ رعنا
سالِ تعمیر قادری کہدو ‌ ‌ ‌ "قبلہ و کعبہ گنبدِ خضرا"
۱۹ ‌ ء ‌ ۴۸

"چشمۂ خضر" بھی ہے اک تاریخ ‌ ‌ ‌ سالِ ہجری "ظہورِ نور" ہوا
۱۹۴۸ء ‌ ‌ ‌ ۱۳۶۷ھ

(۵)

سالِ تعمیر یہ اس کا نکلا
"گنبدِ سبز درختِ طوبیٰ"
۱۳۶۷ھ

(بارشاد مہدی حسن صاحب و نذیرالدین صاحب) ‌ ‌ ‌ (راقم عاجز حافظ حسن قادری نقشبندی جماعتی)
۱۹۴۸ء ‌ ‌ ‌ ۱۹۴۸ء

"از اکبرآباد و خجستہ نہاد"
۱۳۶۷ھ

(۲)

ہجری میں ہے "بُستانِ حقیقت کی بہار"
۱۳۶۹
ہے عیسوی: "اک صفاتِ کثرت کی بہار"
۱۹۵۰

فصلی بھی ہے: "گلشنِ طریقت کی بہار"
۱۳۵۷
سمبت: "فیضانِ شمعِ وحدت کی بہار"
۲۰۰۷

(۳)

یہ خوب ہے اثرِ خامۂ امام الدین
یہ سال ہجری و فصلی ہیں قادری یکجا

بیانِ حالِ کرامات بھی کرامت ہے
کہو کر: واہ یہ سرچشمۂ طریقت ہے

۱۳۵۷ ف + ۱۲

۱۳۶۹ھ

(۴)

در جلوہ چو مجمعِ الکرامات آمد
تاریخ ز کلکِ قادری می آید

آئینۂ کشف و فقر را آئینے
ایں ست کرامتِ امام الدینے
۶۹ ھ ۱۳

(۵)

فقرِ درگاہئِ عرفانِ جمالِ الٰہی
قادری ہے یہی تعریف یہی ہے تاریخ

شانِ سُنت ہے وہ۔ شایانِ شریعت ہے یہ
گُلِ سرسبزِ گلستانِ شریعت ہے یہ
۵۰ ء ۱۹

(۶)

روشن ہے اس سے کیا نورِ عرفاں
مُدغم ہیں، ہجری اور عیسوی سال

ظاہر ہے اس سے کیا شانِ توحید
شمعِ معانی فیضانِ توحید

۵۸۱ + ۱۳۶۹ھ

۱۹۵۰ء

(۷)

اہلِ عرفاں اور نورِ ذات کی باتیں ہیں یہ
جس نے پایا اہلِ عرفاں ہی سے پایا نورِ ذات

بکرمی و عیسوی، ہجری و فصلی چار سال
یوں کہو: پیہم توسل ہی سے آیا نورِ ذات

فصلی ۱۳۵۷ + ۱۲

ہجری ۱۳۶۹ + ۵۸۱

عیسوی ۱۹۵۰ + ۵۷

بکرمی ۲۰۰۷

(۸)

زقدرتِ شہِ درگاہیؒ و جمالؒ اللہ
امامِ صاحبِ دل زدرقمِ کمالے چند

سنینِ شمس و قمر چار گفتہ ام یک جا
زفیضِ ہادیِ گیتی بود مثالے چند

فصلی ۱۳۵۷ ۵۷+۵۸۱+۱۲+۰

ہجری ۱۳۶۹

عیسوی ۱۹۵۰

بکرمی ۲۰۰۷

(۹)

یہ طالب حق کو نعمت ہے
یہ دل والوں کی ہدایت ہے

یہ قادری اس کا سال لکھو
یہ فیض رسانِ طریقت ہے

۱۹۵۰ء

(۱۰)

مرتب چو گشتہ بہ نظم و بہ نثر — کتابے ز فکر امام جہاں
ہم از قولِ[1] مشہور تاریخ نثر — بشد "حکمتِ شعر سحرِ بیان"

۱۲ ھ ۶۹

(۱۱)

مترجم چو گشتہ کتابِ امام — شد آئینہ فیضِ درگاہ قطب
شد سالِ تالیف و ہم ترجمہ — کر گنجینہ فیضِ درگاہِ قطب[2]

۱۲۸ + ۱۲۳۱ھ

۱۲ ھ ۶۹

(۱۲)

ترجمے کی ہو گئی توفیق مجھ کو قادری — کتنا پُر تاثیر ہے ارشاد شہزادہ میاں
اس بنا پر ترجمے کی یہ ہے یہ تاریخ بھی — نسخۂ اکسیر ہے ارشاد شہزادہ میاں

۱۹۵۰ء

(۱۳)

اصل تصنیف ہے بہت اعلیٰ — ترجمہ اس کے آگے ادنےٰ ہے
ہے یہی واقعہ یہی تاریخ — دیکھو تصنیف ترجمہ کیا ہے

۱۲۶۹ھ

---

[1] قول مشہور ہے: اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً وَاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا (بعض شعر حکمت ہیں اور بعض بیانِ جادو)

[2] امام الدین صاحب مصنف مجمع الکرامات نے تاریخ لکھی ہے: "فیضِ درگاہِ قطب" (۱۲۳۱ھ) جو انہوں نے کتاب کے آخر میں درج کی ہے اور اس ترجمہ میں منقول ہے۔ میں نے اس پر گنجینہ (۱۲۸) کا لفظ بڑھا کر ترجمہ کی تاریخ کر دی ہے۔ حامد حسن قادری مترجم

(۱۴)

آگرہ میں ہیں جو بااخلاص حضرت کے مرید — جلوہ ہے انکی محبت اور عقیدت کا عیاں
اس میں ہمت صرف اُنھوں نے کی تو یہ تاریخ ہے — "حسبِ فضلِ ہمت اصحابِ شہزادہ میاں"

۱۹۵۰ء

(۱۵)

بجلوہ ایں کتاب از سعیِ اہلِ آگرہ آمد — کہ دیں را رہبرے آمد، فنا دفتر راہادی
مرا انجامِ کتابت شد بصرفِ زر بدر دِ سر — بشد سالش: "چہ فیضِ مخلصانِ اکبرآبادی"

۱۹ ء ۵۰

(۱۶)

تصحیح کی ہے سب کاپیوں کی — ہے سب یہ محنت مہدی حسن کی
ہو قادری اک تاریخ اسکی — بیشک ریاضت مہدی حسن کی

۱۹۵۰ء

(۱۷)

وہ تاکیدِ تعجیل کرتے رہے ہیں — تو جب ترجمہ سال بھر میں ہوا ہے
یہ تاریخ ہے قادری امرِ واقع — شمولِ تقاضا فائق کھلا ہے

۱۹ ء ۵۰

(۱۸)

ہوئی تاخیر بے حد ترجمے میں — خدا بہتر کرے انجامِ تاخیر
یہ ہے تاریخ بھی اس معذرت کی — کہ: ہوں شرمندہ الزامِ تاخیر

۱۹ ء ۵۰

(۱۹)

دستِ چپ سے خوب کاتب نے لکھی — خوب ہے پختہ کتابت کا قلم

جب ہوا اس پہ سرِ حیرت نگوں — سال نکلا: "خوشنویسِ چپ رقم"

۱۲۷۷
۸
۱۲۶۹ھ

(۲۰)

اصل اور ترجمہ، نقل اور تصحیح — ہے تواریخ میں ذکر ہر شے

قادری اسکی بھی لکھے تاریخ — "داہ دیباچہ تواریخ میں ہے"

۱۲۶۹ھ

"جلوۂ تواریخ از قادری بانجام رسید"

۱۹۵۰ء

تمت بالخیر بعون الحق

۱۹۵۰ء

باسم اللہ البصیر تعالیٰ شانہٗ

۱۳۶۹ھ

لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْہُ

سورۂ انعام ۱۳۶۹ھ رکوع ۱۳ پارہ ۷

نقش البرکات
۱۱۰۳

مجمع الکرامات

۸۲۶

۱۹۵۰ء

(در)

احوال مشائخ چشتیہ

۱۳۶۹ھ

(یعنی)
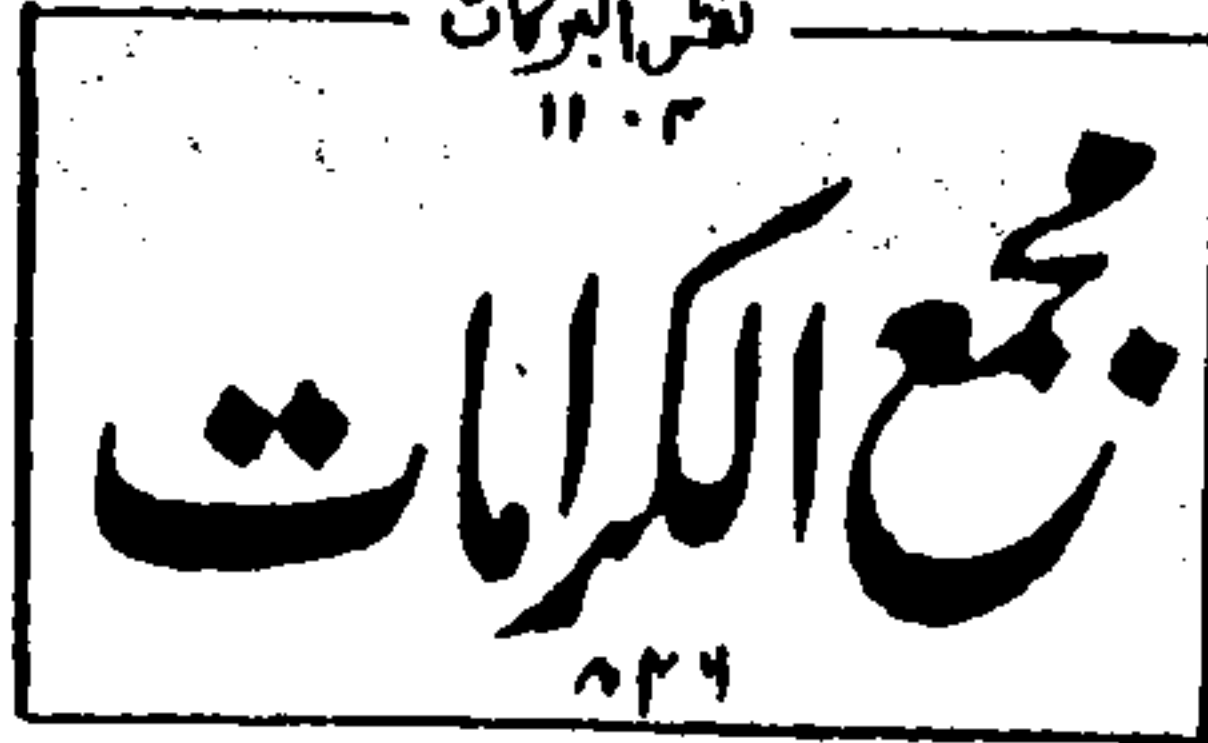
قبلۂ جہاں حافظ شاہ جمال اللہ رحمہ اللہ

۵۰ ء ۱۹

(و)

ہادیٔ دارین شاہ درگاہی محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۶۹ھ

مصنفۂ صوفی کامل امام الدین صاحب رامپوری نور اللہ مرقدہٗ

۵۰ ء ۱۹

(ترجمہ از)

کامل سنی مولانا حامد حسن قادری جماعتی

۱۳۶۹ھ

حسب الحکم اہل دل سید شہزادہ میاں صاحب دامت برکاتہم

۵ ء ۱۹

سجادہ نشین معرفت آگاہ شاہ درگاہی محبوب الٰہی

۱۹۵۰ء

تاریخ وصال

اعلحضرت مرشدی و مولائی سیدی و سندی امیر ملت قبلۂ عالم محدث علیپوری رضی اللہ عنہ

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ

۱۳۷۰ھ

حضرت قبلہ عالم روحی فداہ کی وفات شریف ۲۶ ذی قعدہ ۱۳۷۰ھ مطابق ۳۰ اگست ۱۹۵۱ء کو شب جمعہ میں ہوئی۔ حضور کے خدام اور دیگر معتقدوں اور مریدوں نے بلا مبالغہ صدہا تاریخیں کہیں جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے رسائل میں کئی مہینے تک شائع ہوتی رہیں۔ لیکن میں نے کوئی قطعۂ تاریخ نہ کہا۔ میں نے تقریباً ۵۰ سال تک دوسروں کے لئے اس قدر کثرت سے تاریخیں کہی ہیں کہ قطعۂ تاریخ میں عمومیت پیدا ہو گئی ہے۔ میری نظر میں کوئی خصوصیت نہیں رہی۔ میں حضور والا کی خدمت میں وہ نذر نیاز پیش کرنا چاہتا تھا جو کسی دوسرے کے لئے نہ لکھی ہو۔ چنانچہ ایک نظم مرثیہ و منقبت ترکیب بند کے طرز پر لکھی جس میں ۱۲ بند اور ۸۴ اشعار تھے۔ اور اسکا "شورِ محشر" کا نام ہے، اور اس کتاب کو سبز روشنائی سے ایک ہزار کی تعداد میں چھپوا کر چہلم شریف کے موقع پر علی پور شریف میں تقسیم کرایا۔

یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ پنجتن پاک کی ترکیب [illegible] و الافضل کا ایک جملہ آیا اور اس مصرعہ کے عدد ۸۴ ہیں اور سیّد کے عدد بھی ۸۴ ہیں۔ حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ عنہ سیّد تھے [illegible] ہم عدد مصرعہ [illegible] حضرت [illegible] سادات کرام کی اس قدر تعظیم [illegible] فرماتے تھے کہ یہ خود معجزہ کا ایک کارنامہ ہے۔

بتوفیقِ الٰہی ختم شد

۱۹۸۸ء

APPENDIX II

It is well established by family records that the tribe migrated from Azampur to Dhakka and lived there for at least seven generations, when again they had to leave. My revered relation, Professor Khwaja Ahmad Faruqi in his fragmentary autobiography, *Umr-i-Raegam* [1987] gives the impression that the tribe had never been to Dhakka and migrated from Azampur to Bachhraon; this view is quite mistaken and is not supported by the facts. He also states (on page 9 of the autobiography) that the family left Azampur because of an epidemic of fever, and because ot its humidity, which again is a mistaken view. It is an undeniable family tradition that these migrations, first from Azampur to Dhakka and then from Dhakka to Bachhraon, were not out of any fear of fever, but in compliance with divine instructions received by the saints of the tribe.

APPENDIX I

Ibrāhīm bin Adham Bin Mausūr Bin Yaīd Bin Jābir. No certain dates are available but the date of his death is put between A.H. 160-166. He was a prince and later a king of Balkh. He gave up his worldly glory and grandeur for the mystic life. The writers of the article on Ibrahim Bin Adham in the *Short Encyclopaedia of Islam*, London, 1961, quote Goldzihar and say

> "The ṣufi legend of Ibrahim b. Adham modelled on the story of Buddha..."

This observation of Goldziher is not only fundamentally untrue but typical of the western self-styled autorities on Islam. They usually pick up some very superficial points of similarities in two completely different, and in some cases contradictory, situations or ideologies and announce their firm conviction that one has drawn heavily upon the other, whereas in fact they have absolutely nothing in common and could not have any influence on each other.

There is no legend, sufi or otherwise, about Ibrāhīm Adham; he was a historical figure, and not of a mythical age. And Buddha's "legend" has had no influence on his life or practices. Gibb, Kramers, Goldziher and others like them are completely wrong in their observations.

Ordinary people — literally tinkers, tailors, soldiers, sailors and not only rich men, poor men but indeed beggar men and theives — whose death nobody mourns and whose triumphs nobody sings, find a place in my father's chronograms. In fact his chronograms are, in a way, in the same class as the poems of Nazīr Akbarābādī. They seem so common, so matter of fact, so ordinary that one tends to forget the love, the expertise, the labour, and the devotion to the art that went into them, not to mention their exquisite beauty and charm.

Now let us look at a selection of his chronograms.

chronogram-writing remained an exclusive art confined to special and particular events or persons.

My father stands out in that he brought out this art from the congested and suffocating atmosphere of ceremonial life into the open fresh air of the life of the comman man. Everyday events of the common man's life were the subject matter of his chronograms. And chronograms that are quite personal and associated with his own personal life, in that they deal with matters of common experience, seem real to any reader.

His own sufferings, ailments, pains and pleasures, joys and sorrows, accidents and incidents — the untimely death of his only beloved younger brother, Professor Abid Hasan Farīdī, the passing away of his infant children, the first letter written to him by his infant grandchild in his childish hand, the sting of a wasp, the resounding words of abuse that filled the silence of one night in the street, the lascivious behaviour of an octogenarian with a teenage girl, the eighth marriage of a bosom friend of his, the restoring of the dilapidated wall of a penniless neighbour, the satisfaction of a beggar at a gift of food — the simple pleasures of a common man's life are things which he shared with the rest of the humanity, and he recorded them in his inimitable style in his chronograms.

My father's contribution to the art of the chronogram

The art of the chronogram is a laborious, difficult and complicated one. Special aptitude and mental calibre is needed to master it. Neither individual nor collective effort can make it widely popular and this accounts for its decline in some languages and literatures in which it once prospered. In the old socio-economic systems it was practised by professional poets writing under the patronage of kings and nobles. The old masters exerted great labour and employed great intellectual powers to achieve unsurpassable results and the emperors and kings and nobles rewarded them according to their expectations. This incentive is totally removed today, and the practice of the art of the chronogram is one of the most thankless tasks.

In bygone days this art, which chiefly served royalty and aristocracy was thus confined to the royal courts and nobles palaces. The actions, exploits, victories, and wars, the royal births or deaths, were marked and preserved for posterity. Royal actions like the building of a fort or a palace or the constructing of a grand mosque or well were recorded by the royal chronogramists. In some cases some lesser people were also served in this way and the personal events of a particular chronogramist or his family or friends were recorded in chronograms; but for the most part

do this. But this chronogram could not have been composed but for this relaxation, and that is wshy I wrote it in this way. However in Urdu and in Persian, among Iranians and Indians, parallels are found. Mirza Hātim Ali Baig Mihr has composed a line which includes his own name:

ـ میرزا حاتم علی مہر کی ہو جان کی خیر ـ

— and the ع is similarly dropped.

Except for this example I could find none where any rule of versification has been violated. But the basic message is clear — if there is a conflict between the demands of versification and the demands of the chronogram then it is the versification that yields place to the chronogram.

On 24th Shavval 1367 A.H./30th August 1948 A.D. Maulvi Hājī Mahmūd Alī Sāhab Qibla's third wife gave birth to a child.

The bud of the heart bloomed and all anxiety was wiped out.

That is: "An heir to Mahmud Ali was born".

In this chronogram the ع of علی is dropped in scansion. But this was necessary to make it metrical.

In his diary he has given further details:

"...September 4, 1948 — Shavvāl 29, 1367.

I learnt from Jameel that four or five days ago, on August 30, a son was born to Mahmūd Bhāī. Lying down in the state of high fever I composed a chronogram:

مٹ گئی سب بیکلی کھل گئی دل کی کلی
یعنی - تولد ہوا وارث محمود علی

1367

Here the ع of علی is dropped in scansion. This is not permissible and I always take great care not to

"The line is not metrical, because the ع of فریدِ عالم is omitted in scansion.....and this is not permissible...."

In an ordinary hemistich ع should not be omitted in scansion. But in a chronogram this 'fault' would be allowed. When I composed this chronogram I was aware that I was in good company. My father was very meticulous in observing all the rules both of the chronogram and of versification. Out of several thousand of his chronograms I can find only one example where he has permitted himself this relaxation, and he has taken special care to point out this fact in a note.

تاریخیں

۲۴ شوال ۱۳۶۷ھ ۳۰ اگست ۱۹۴۸ء کو مولوی حاجی محمود علی صاحب
کے ہاں تیسری بیوی سے فرزند اول تولد ہوا۔

کھل گئی دل کی کلی مسرت کی ہے بات کلی یعنی: "تولد ہوا وارث محمود علی"

۱۳۶۷ھ

اس تاریخ میں علی کا عین ساقط ہوتا ہے مگر اس کے بغیر موزوں نہ ہوتا تھا

would certainly mar the quality of the line and would reflect upon the merits of the chronogramist. But there are some exceptions. If there is a conflict between the rules of the chronogram and the rules of versification, then it is the chronogram that takes precedence. For instance in scanning a hemistich the vowels و، ا، ی are allowed to be counted either short or long but other letters must be pronounced properly and fully, and particularly the letters of a name must be pronounced fully. But if such a syllable, not pronounced fully, occurs in a line of a chronogram, and if this license is necessary to yield the right date, then this, though not allowable in ordinary verse, is accepted as permissible in a chronogram. The example of a chronogram I composed at the passing away of my revered maternal uncle, Maulvi Farid Alam Chishti will illustrate this point. The line of the chronogram I composed with *tamia* تعمیہ ran as follows:

فریدِ عصر، فریدِ جہاں، فریدِ عالم

The line is very apt and the subject's name فرید عالم is employed very appropriately. My great friend Dr. Professor Mughis Uddin Faridi, himself a master chronogrammist and a famous poet, remarked:

The masters of this art have observed the rule that no more than one or two should be added or taken away... I too have frequently used *tamia* and *takhrija*. "From the lips of the '*hatif*', 'from the gladdened heart', 'by way of revelation', are common expressions and everyone has used them. I have employed other forms of addition and subtraction....

ONE rose and spoke this chronogram:
"Alas what a moon has set!"

[From the numbers yielded by the second line ONE is subtracted to give the year 1353 A.H.]

Addition or subtraction of more than this I have allowed only when the chronogram is made up of some famous verse or saying and using it makes this necessary; and in doing this I have tried to make it appropriate and befitting. For instance: without *misl* [peer] the year is obtained from this famous hemistich:

"It is a great cause for mourning when they say, 'He died young'."

[From the last line 570 — the numerical equivalent of *misl* — is deducted to give the year 1912 A.D.]

A good chronogram should conform to all the rules of the art and if it is set in verse, as it mostly is, then it must observe the rules of versification also. Any poetic flaw

What is a good chronogram?

A good chronogram should be simple, direct, relevant, and should be expressed in words that need no addition or subtraction. The masters of this art usually avoid *tamia.* or *takhrija* تعمیہ یا تخرجہ. And if they cannot avoid using it they restrict its use to the minimum. My father in his preface already referred to says:

تاریخ گوئی کا ایک عارضہ لازمہ تعمیہ و تخرجہ ہے۔ کبھی مادے میں چند اعداد کی کمی یا بیشی ہو جاتی ہے۔ اور مادہ کی خوبی کے سبب سے اسکو چھوڑ نہیں جا سکتا۔ اسلئے اس میں سے کچھ بڑھا گھٹا کر پورا کر دیتے ہیں۔ اعداد اس جمع و تفریق کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔ یہ اصل میں ایک قسم کا عیب ہے لیکن بعض معجزہ میں یہ عیب ہنر بن گیا ہے۔ مثلاً مرزا غالب دہلوی نے غدر ۱۸۵۷ء کی تاریخ (رستخیز بیجا) سے نکالی ہے۔ اس میں رستخیز کے (۱۲۷۷) میں سے (۴) عدد کم کئے جائیں گے۔ اسکی طرف لفظ (بیجا) سے اشارہ کیا ہے لیکن رستخیز بیجا (یعنی بے موقع قیامت) غدر کیلئے اس قدر موزوں ہے کہ یہ تاریخ غالب کی دوسری پوری تاریخ (غدر ہندی) سے کہیں بڑھ کر لطف دیتا ہے۔

"An inevitable 'fault' in the chronogram is *tamia* and *takhrija*. Sometimes the matter of the chronogram produces something less or something more than the number required but because of its aptness one does not want to give it up. So by addition or subtraction one removes this fault...."

He further writes:

In the "fifties" he lived in Agra in Katra Khankhana and used to pray in the local mosque, *Masjid Mo'tamad Khan.* On August 2, 1951, someone stole the *sherwāni* (long tunic) of the *Imām* of the mosqaue while all others were praying. He composed a chronogram and set it in a *qita* using all three languages in one — Arabic, Persian and Urdu.

تاریخِ سَرَقہ

مسجد معتمد خاں کے امام صاحب کی شیروانی کوئی لیکر چلتا بنا

یَسرِقُ المَالَ مِن بُیُوتِ اللہ — اَشھَدُ اَنَّہٗ غَوَی وَطَغیٰ

"تواریخِ سَرِقہ و سارق" ۱۹۵۱ — سال گفتم بعادتِ بلغا

اور بھی قادری ہو اک تاریخ — "اچھا دھوکا فریب خوب دغا" ۱۹۵۱ء

(۲ اگست)

He stole property from the house of God.
I am a witness to this deceit and theft.
"The chronograms of this thief and the theft" I composed the year in the manner of litterateurs.
Qādiri there should be another chronogram;
"What deceit, what treachery and fraud!"

تاریخ وفات حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۱)

شاہِ ولی اللہ فقیہِ زماں — بر ہمہ اربابِ وَرَع داشت فوق

بے سر و پا گشت ز دستِ اجل — فضل و کرم۔ علم و عمل۔ فقر و ذوق

ض ر ل م ق و

۸۰۰ + ۲۰۰ + ۳۰ + ۴۰ + ۱۰۰ + ۶

۱۱۷۶ھ

(۲)

عینِ کرم و فضل چو ذاتش آمد

ہم فضل و کرم سال وفاتش آمد

۱۱۷۶ھ

سال اقدامِ مصر را کاشف
مصریِ تلخ از لبِ ہاتف

1370
+5
1375

From the lip of herald the year of the Egyptian action is revealed as "bitter candy". The beauty of this chronogram is that *misri* مصری means candy, sweet, but also means Egyptian. To the total of مصریِ تلخ *misrī-i-talkh* 1370 is added 5 which comes from ہ *he* — the first letter (i.e. the 'lip') of *hātif* to make the year 1375 A.H.

In the same volume he writes under the heading of "The chronogram to mark the death of Hazrat Shāh Valīullah Sahab, Be Peace Upon Him".

"To compose a chronogram marking the death of someone two hundred years ago sounds a little odd, but it is because of a request by Mufti Intizam Ullah Shahābī who had edited the Valīullah Number of the magazine, *Peshwā*, Delhi and requested me to send some chronograms:

in the chronogram as in the true words of the Holy Book "you choke with your anger."

موتوا بغيظکم

The total of *chara* and *marg* 469 is deducted from the total of the phrase: 2425-469 yielding the year 1956.

When on December 23, 1956, Britain, France and Israel withdrew their forces from Port Said he composed this:

بازی ہنرِ سوئز کی جیت ہی لی
ناصر کا بلند مرتبہ ظاہر ہے
اس فتح کی یادگار تاریخ ہوئی
اہرام سے بھی بلند تر ناصر ہے

1376 A.H.

He won the game of Suez. The high status of Nasir is obvious. This chronogram comemorates the victory "Nasir is even higher than the pyramids".

In another in Persian he said:

translation published in the local newspaper,, the daily *Dawn*, Karachi had a phrase used by Nasir:

You can choke with your reation.

It was difficult at that time to find out the original Arabic phrase of which this was the English translation, but my f;ather's mind turned to the phrase used in the Holy·Book meaning exactly the same

You choke with your anger موتوا بغیظکم

But the numerical value of these words was more than was needed. Thus he employed the technique of *takhrija* to obtain the right year. The *qata* is in Urdu:

قابض جو کمپنی پہ یکایک ہوا ہے مصر
انگلینڈ اور فرانس کی سٹی ہوئی ہے گم

تاریخ ہے کہ اس میں نہ (چارہ) ہے اور نہ (مرگ)
469 = 260 + 209

صادق کلام پاک ہے (موتوا بغیظکم)

2425-469 = 1956 A.D.

When Egypt suddenly seized the company England and France are at their wits en (*sittī gum hona* means to lose one's senses).

There is neither relief (چارہ) nor death مرگ

appropriate and some very sarcastic at the expense of Egypt's enemies. For the title he composed

تاریخ طرفہ ہنگامۂ مصر

1956

The chronogram of the strange uproar about Egypt.

In a note to these chronograms he says:

> "In the night of July 26, 1956 Col.Nasir, the President of the Republic of Egypt, all of a sudden, occupied the Suez Canal. Eight-seven years earlier in 1869 A.D. by contract the canal had been leased to Britain and France for 99 years. But since Britain and France had recently refused to give aid to Egypta which they had already promised for the construction of the dam, Egypt took over the control of the company and expelled those countries."

The speech made by Col.Nâsir on this occasion is a memorable one. He delivered it in Arabic but the English

We find an interesting entry in the second volume of his collected chronograms referring to the Arabic line of this chronogram, which also shows how heavy the demands were made on him for composing chronograms and how he tried to satisfy the various requests. He writes:

> "...During this period I had been doing a lot of travelling — various trips to Alipur, Seohara, Nagina, and Bachhraon — and there were unusually heavey demands and requests from different quarters for chronograms; because of the frequent journeys, various other worries, and a heavy load of work I could not compose a new and different chronogram for each request. Thus I have used the same line of Arabic in chronograms for different persons, but set it in different verses to suit the needs of the occasion."

Thus the same line he had used for four or five different persons who chose the same year to depart!

A very interesting chronogram he composed, using the words of the Holy Book, concerns the war and evacuation of the Suez Canal in 1956 A.D. In fact he had composed more than a dozen chronograms on this event, all very

chronograms. The *qata* is in Persian and the chronogram is in Arabic. He composed it to mark the death of a renowned Persian scholar, Wahīd Dastjardī or Dastgardī as he has versified it.

ایضاً حامد حسن متخلّص بقادری از فضلای هند این قطعه وماده تاریخرا در وفات آنمرحوم چنین گفته است :

قطعه

آنوحید دستگردی شهیر — کوسبق برد ازحکیمان عظیم
بود در علم وادب شعروسخن — بی نظیر وبی عدیل وبی سهیم
رخت بست ازخاکدان بی بقا — درجوار رحمت حق شد مقیم
داخل کاشانۂ فردوس خلد — گشت یارئ دهرافروزحکیم
سال فوت است این دعای قادری — (ادخله الله جنات النعیم)
۱۳۶۱ق
قادری هم سال شمسی آمده — (آنوحیدعلامۂعصروفخیم)
۱۳۲۱ش

And also a scholar from India, Hāmid Hasan with the poetic name Qādirī has composed the following line of chronogram and a *qata* to mark his death...

"...I rented a house in Barī Hakīmon kī Galī in 1941 and started going to the mosque across the street for daily prayers. There I very often met with a very old resident of the locality, Haji Nāsir Alī Khan. Though he is very old, weak and senile, he comes to the mosque five times a day to say his prayers whatever the weather — be it thunder, lightning or rain.

An outstanding characteristic of his that I have noticed is that after the *namaz* (worship) he would say very long prayers (*duā* دعا). Not only after *namāz* but on the way to and from the mosque, the street, wherever he met anyone, he would invoke blessings (دعا *duā*); upon all his relations, friends, neighbours, citizens, countrymen and the whole *umma* and humanity. This unusual characteristic turned my mind to these words of the Holy Book

1941 فذو دعاءٍ عريضٍ

(Sura Hāmim)

(and he comes) with prolonged prayers.

Hussain Nakhjawānī in his excellent compilation of chronograms already referred to quotes one of my father's

رحمتُ اللهِ وبرکٰتُہٗ
1347 A.H.

(Sura Hūd)

In 1348 A.H. he compiled his *nā'tiā kalām* [verses in praise of the Holy Prophet (S.A.W.)] and gave it a chronogramtic title بیاضِ نعتیہ 1348. But for the title page he composed an excellent chronogram which is beyond all praise:

وماارسلنٰک الاّ رحمۃً للّعٰلمین

1348 A.H.

At the death of the famous lexicorgrapher, Maulvī Nūr ul Hasan Nayyar, author of *Nūr ul Lughāt* he composed:

اُدخُلی فی عبادی و اُدخُلِی جنّتی

1936 A.D.

He writes in his preface to the first volume of his collected chronograms:

فقی رحمتہ اللہ ھمر فیھا خلدون

1320 A.H.

(Al-'Imrān)

To mark the death of a very celebrated saint and head of the Chistīya order of Sufis at Bareilly he composed:

إِنَّهُ فِى الآخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِين

1322 A.H.

(Sura Al-Baqar)

For his own father Maulvi Ahmad Hasan Muhaddis-i-Bachhrāūnī he composed:

هُوَ خَيرٌ ثَوَاباً

1331 A.H.

(Al-Kahf)

At the death of Professor Siddīq Hasan Badāūnī he composed:

Thus it seems that my father (Professor Qadiri) himselof had inherited this art from his father and indeed perfected it and left several thousand chronogram in every conceivable mode of writing. We present a few of his own Arabic and Persian chronograms here.

His Arabic chronograms mainly consist of those he composed from the verses of the *Qurān-i-Majīd*, and these alone number more than two hundred and fifty.

To make the death of one of his relations Maulvi Nizām Uddin of Bachhraon he composed

حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا سورہ فرقان

1319 A.H.

He was accidently drowned in a well and another in Persian is extremely appropriate

غریقِ چاہ

1319 A.H.

Drowned in a well

For the death of Qāzī Nasīr Uddīn Chāndpūrī he composed:

mentioned both in the Bible and the Holy Book of the Muslims.

He has composed an excellent chronogram to mark the birth of Maqboolur Raman, first son of Maulvi Nūr ur Rahman:

1912 = آب روے نور، نور چشم نور

Chronograms of such exquisite beauty are not merely rare; they are unique. I have nothing to match this! Perhaps the last chronogram which he composed was to mark the death of a very close friend who was also a first cousin:

از سنه ہجرت ماہ پنجمین — یوم سادس بعد عشر اولین
وقت ظہر از سبت، در خلد برین — رفته بر لب ذکر رب العالمین
"کان جود و تقی احمد علی — رحمة الله علی احمد علی"

۱۳۳۰

1330

It was fifth month of the *Hijrī* calendar and was the sixteenth day; at the time of *Zuhur* on Saturday, he departed to the High Paradise and the name of God was on his lips. "Ahmad Ali was the very heart and soul of generosity and piety. The peace of God be upon Ahmad Ali".

the money spent on it was obtained from bribery. He composed a chronogram:

دُرجِ جواہرِ رشوت

1348

Casket of the jewels of bribery

Maulvi Yusuf Mujaddadī Rāmpūrī recovered after a prolonged and very serious illness. He composed a chronogram of his recovery with *takhrija*.

یوسف اخرجہٗ اللہُ من بیر اسقامِ الغم

156

1485
-156
1329 A.A.

God has released Yusuf from the well of the afflictions of grief.

N.B. The use of the words 'Yusuf' and 'well of grief' are most appropriate as they remind one of the famous anecdote of Joseph and the well into which he was thrown,

والله ان اهلكني هذا الحزن فاولى لي

من والاه ففي الجنه حاسده في الانكال

ارخ قلبي تاريخا يخبر عن حسن الحال

عنه وعمن هو عليه قد رضي الله تعالى

۱۳۲۲

He composed a chronogram for the building of a mansion by one of his cousins Maulvi Abdur Rahman:

اگر تاریخ تعمیر گزیں دیدم چنیں دیدم

اگر فردوس بر روے زمیں دیدم چنیں دیدم

1325

If I found a chronogram for the construction of such a fine building it was this: "If I saw paradise on earth I saw this".

Another resident of Bachhraon [his native village] constructed a house. People jokingly used to remark that

too the number of his verses exceeds several hundred. To mark the death of his spiritual guide and head of his mystic *silsila* (order) he composed a chronogram from the Qurān-i-Majid

و اللّٰه - ان اولیاء اللّٰہ لاخوف علیهم ولاهم یحزنون

1322 A.H.

By God — indeed the saints of God have no fear and have no grief.

A second line of the chronogram was:

قد رضی اللّٰه العالی

1322

and he set this in a *qasida* in Arabic of forty-five verses, some of which are these:

تاریخ وصال حضرت تاج الاولیا شاہ نظام الدین حسین رضی اللّٰه عنه

جاء لدهر الاقبال حین مضی الاجال

صار نشاط الدهر علی بعد الوف الامیال

SOME OF HIS PERSIAN AND ARABIC CHRONOGRAMS

In the preface to his first volume of collected chronograms he writes:

> "...As far as I can remember, among my ancestors two had a great interest in writing chronograms. One was my late father [Maulvi Ahmad Hasan] and the other was an uncle of mine (father's first ;cousin - a son of his father's sister) Maulvi Haji Habīb ur Rahman..."

Further on he writes:

> "...I quote just a couple of chronograms that my father wrote. He used to compose chronograms on almost every occasion. Perhaps I inherited this trait from him. He was a real master poet and a profound scholar. In chronogram-writing he displayed an expertise and authority like that of the classical masters of this art. He has composed some chronograms of such exquisite beauty — uniquely rare, sponanteous, and apt — that my whole collection is nothing as compared to them. He was a very great poet of Persian and Arabic. He has composed thousands of verses in Persian, and in Arabic

The words in one of these verses that comprise the chronogram are:

عددشماریِ ابجد میں وقت کھوتے ہیں
کہ یاد کام کا شاید نہیں اصول ہمیں

عمل بھی چاہیے تاریخ تو درست ہے یہ
کہ کام اس سے زیادہ نہیں فضول ہمیں

1355 A.H.

[For me there is no more useless task than this.]

نہ تاریخ گوئی میں کھوؤ اسے
جو سمجھو تو رکھتا ہے قیمت یہ وقت

یہ تاریخ گوئی کی تاریخ ہے
کہ ہے آہ ضائع یہ محنت یہ وقت

1936

Don't waste it in writing chronograms! Understand that time is valuable

This is a chronogram on chronogram-writing: Alas, all this toil and expenditure of time is wasted!

کام اس سے زیادہ نہیں فضول ہمیں

A.H. 1355

The last line means, "Ther;e is no more useless work that I do".

When the house is situated on a dirty sewer
No wonder there are flies in such abundance
I shooed the flies away and wrote this chronogram:
I can never get any respite from shooing flies.

"Shooing flies" is also idiomatic for useless activity — or inactivity.

In conclusion, one may ask why my father spent so much of his time and effort composing chronograms. The answer is, Because he could not help it! There is an amusing passage in the first volume of his collected chronograms which reads:

"...One night I was busy composing chronograms and lost all sense of the time; and when I realised it was eleven o'clock already, I got up, exclaimed *lāhaul*! put out the lamp and lay down to sleep. But as soon as I stretched my legs pondering upon the sheer waste of time, my mind busied itself with composing a chronogram to record this waste of time!

With my eyes closed and my head under the eiderdown I composed two chronograms. Then, thinking that I might not be able to recall them in the morning, I got up again, lit the lamp with a match, and wrote them down. Later in the day I set them in verses."

complexion. I looked at the English word and the chronogram disease struck, and I thought that if the English word were transliterated in Urdu letters, the child's birth date could be composed. And this indeed proved to be so:

A.H. 1365

ذَین تھُمی لےِ نَس

XANTHOMELANOUS

He never owned a house. In Agra where he lived nearly thirty years, he moved house no less than eleven times. In Karachi too he did not own a house. In 1956 his rented house was situated near a sewer. The mosquitos and particularly the famous obstinate eastern house flies were a constant source of annoyance. He composed the following chronogram:

گندے نالے پر مکاں واقع ہے جب
مکھیوں کی پھر ہے کثرت کیا عجب

لکھی یہ تاریخ اڑا کر مکھیاں
حاصل اب فرصت مگس رانی سے کب

1376 A.H.

had been. The servant replied: "He says you are an even bigger bastard Sire!"

It is also worth mentioning that in the chronogramatic phrase my father, out of modesty left a blank space and did not write حرامی I was able to calculate that the missing word was *harāmī.* Indeed the memory of the classic anecdote helped me to find the right word. His ingenuity in composing chronograms sometimes seems almost incredible. We find an entry in his diary dated October 31, 1946:

> "...some habits in human beings become diseases. Some of my diseases, physical and spiritual, are strange enough, and one such spiritual or intellectual ailment is composing chronograms. All the time, for no good reason, my mind reaches out in search of chronograms. Today I was thumbing through a dictionary. Under the letter X a word caught my signt,
>
> XANTHOMELANOUS
>
> It means "with black hair and brown or olive complexion' I at once thought that this descriptions fits [my elder daughter] Saleha's baby girl exactly. And this quality in her becomes more remarkable because Saleha's own complexion is very fair, and she has red hair; and her first girl too has red hair and a very fair

It was you I was waiting for, *pan*-seller, because for a whole day no one had eaten. I imitated Zauq Dihlavi when my heart produced this chronogram: "Come here! Bring pan! Come! How sweet is your voice! May your voice reach Mecca and Madina!"

The last words are those of a famous couplet of Zauq.

In 1957 he composed a chronogram to mark, perhaps, some incident which he does not explain. Thus we do not know exactly what it refers to: ہے بات بھی کہی ہوئی پرانی مشہور
صادق ہے تو تاریخ میں آتی ہے ضرور

خادم نے کہا حضور فرماتے ہیں
کہدو کہ ۔ بڑے حرامی ہیں حضور

1957

This is a famous saying of long ago, and since it applies here it comes into my chronogram. The servant said, "His honour says, 'Tell him your honour is an even bigger bastard'."

The words refer to a well-known anecdote, which relates that a certain nobleman became displeased with a lesser noble and sent the message to him through his servant: "You are a bastard". When the servant came back after delivering the message his master asked what the response

Nasikh has decided to give up the world.
These material things are not so very great.

But he continued to chew *pan* (betel leaves), and for this, great preparations were always made. It is an interesting fact that he himself prepared all the *pans* and did not bother his wife or other women in the family, though traditionally this is a woman's job. When he was in Agra, there was no problem in obtaining fresh betel leaves as the country produces them in great quantity, and very cheap too. When he went to Karachi to settle he felt for the first time the shortage of *pan*, as it was not easily grown locally and was very expensive too. Sometimes in Karachi for several days *pan* was unobtainable. Whenever there was a fresh supply in the market vendors on their bicycles would go round hawking it. The sound and sight of them were a pleasure to the ears and a feast for the eyes. On one such occasion he wrote: ترا تھا انتظار اے پان والے
کہ دن بھر سے نہ کھایا تھا کسی نے

یہ کی تقلید ذوق دہلوی کی
کہ یہ تاریخ لکھی میرے جی نے

943 = ادھر آ، پان لا، آ، خوب بولا
1016 = تری آواز مکے اور مدینے
1959

Following the son, the mother also went to Paradise.

Here he has used *tāamia*. The 'heart' of *zār* is *alif*, and the *alif* of زار yields the required number 1.

At one time he used to smoke quite heavily; at least that is what I have hard, though I myself can never recall seeing him smoking. He had broken himself of this habit further back than my memory goes. He writes:

"February 15, 1932 — Shavval 6, 1350 A.H. On the morning of the day I set out for the holy pilgrimage of Hajj, I stopped smoking the hookah. I starting smoking in 1909. When I decided to give it up, I felt great doubt and hesitation. The same morning I composed: ترک حقہ کا سوچ کیا فی الحال

1014

کچھ بڑی ایسی کائنات نہیں

1932 A.D. = 918 1014

Just now I decided to give up the hookah

These material things are not so very great.

This is based on a famous couplet of Nāsikh

ترک دنیا کا سوچ کیا ناسخ

کچھ بڑی ایسی کائنات نہیں

Pakistan, and though did not need any support from us remained very attached to the family; and all of us indeed loved her and respected her.

Her second son, a young man, named *Shitāb* (meaning 'quick', because he was born slightly before schedule) by my father at the time of his birth and suddenly died unexpectedly. Another interesting point about his name is that it is a chronogram too, giving the year of his birth, 1354 A.H.

The poor distressed mother, *Gullo Buā* could not withstand the shock and she too died within six days of her son.

All of us were very grieved. He composed the chronogram:

گلّو بوا شتاب کا صدمہ نہ سہہ سکی
چھ دن میں چل دی چھوڑ کے دنیائے زشت کو

تاریخِ انتقال دلِ زار سے ہوئی
بیٹے کے پیچھے پیچھے گئی ماں بہشت کو

1377 = 1376 + 1

Gullo Buā could not suffer the shock of the grief of *Shitāb*

Within six days she left this bad world and departed.

The chronogram of the death came out from the afflicted heart

"I was invigilating in the upper gallery of the college on December 6, 1950, the half-yearly examinations were being held there. A pigeon came and perched on the cornice. I drove it away, but it was not to be discouraged and kept on coming back time after time. The students were disturbed by this interference. I composed this chronogram as I paced up and down the gallery:

امتحاں گاہ میں کیوں آتا ہے   امتحاں اپنا یہ کیا سر دے گا
وہیں برجستہ یہ تاریخ ہوئی   امتحاں اور کبوتر دے گا

1370 A.H.

Why does it come into the examination hall?
Damn it, it's not going to sit an exam!
Thereon then this chronogram came to me
Is a pigeon going to take the exam?

To suggest a chronogram, the nature of the incident or the subject matter does not need to be a very significant or important one. In fact nothing was too insignificant for him. Our family in India had a housemaid who remained with the family for the rest of her life. The youngsters treated her like one of the elder members of the family and called her *Bullo Buā*. She with her sons migrated to

Hayworth. One of the London newspapers had captioned this news:

- Rita Hayworth says "oui" to Aly Khan."

He then composed the chronogram:

نکاح میں جو علی خاں کے آئی مس ھیورتھ
تو وصلِ مشرق و مغرب ہوا مٹا کے دوئی
وہی ہے سال جو لندن پریس کی سرخی ہے
کہ آج ریتا۔ علی خاں سے کہتی ہوگی "اوئی"

1949 A.D.

When Ali Khan married Miss Hayworth, then their
union erased the duality of East and West.
The headline in the London press is itself [the
chronogram of] the year
"Today Rita will be saying 'Oui' to Ali Khan.

The chronogram is more piquant because in Urdu 'ui' is also a woman's exclamation of surprise or disdain. On another occasion he wrote:

to meet him will bear me out that the first impression they received was that of a sober kind-hearted, polished, extremely cultured and serious person. He was a man of few words in his domestic life too. But I feel that basically he was a born artist, and an artist cannot suppress his impulse when it surges up and needs to be demonstrated. He had a very subtle and refined sense of humour too. This trait of his temperament is evident in his chronograms. In the preface to his first volume he himself says:

> ...some chronograms I composed in lighter and humorous vein and when I read them out to the persons concerned, they themselves enjoyed them and harboured no ill feelings at all. But on one occasion when I composed and sent a humorous chronogram to a certain gentleman he could not take the joke and was displeased. Some of these are plaintly obscene and some could be considered slanderous and bawdy."

He tells us:

> "In the *Statesman* of May 31, 1949 there was a news item that on May 7, Prince Aly Khan, son of H.H. The Agha Khan had married the famous film star, Rita

persons were needed to help me move into bed and I suffered great pain for twenty days.

He composed this chronogram:

واہ رے اتفاق واہ رے بخت
پڑ گئے ہم پلنگ پر یک لخت
بیس دن تک رہے پلنگ سوار
تھی کمر تختہ یہ تھا اپنا تخت
اس کی تاریخ قادری لکھ دو
جھٹکا آیا کمر میں کیسا سخت

1952

What luck! What misfortune! I suddenly had to take to
my bed,
I lay confined to bed for 20 days. My back would not
bend — and that was my throne.
Qadiri, write a chronogram for it,
"What a jolt came to my back!"

My father in the literary world of Urdu is known as a literary historian, a critic and a litterateur. He was a practising sufi too and those who have had the opportunity

On the whole the story of my illness is that all ended
well; perhaps it is over.

He was aware of his natural talent for composing chronograms in almost impossible conditions and composed it humourously with his fever:

مرض نہیں مجھے تاریخ کا بخار سے کم
دبا پھر ایک رہے کیا جب ایک ابھرتا ہے

چنانچہ دونوں عوارض کی ایک سے تاریخ
مرض قدیم جو ہے اب وہ عود کرتا ہے

1948 A.D.

The disease of chronogram writing is no less than fever
When one comes up, how can the other lie low?
Thus there is a single chronogram for both diseases:
"My ancient illness is now rising to its zenith."

In his fourth volume he relates another incident. He says:

"On 28 June 1952, while I was taking a bath in Fatehpur I had such a spasm in my back that two

but not baked

Recite this chronogram of the reason for postponement:
"A wasp stung Hamid".

In 1948 he was taken ill and confined to bed for several weeks. He had grown very weak. During these days he composed about two dozen chronograms. When gradually he felt better and the cycle of fever was broken he composed this line in his inimitable style, giving four chronograms:

چالیس دن ایسے گذرے ہیں روزانہ حرارت ہوتی تھی
اس سے تھا گماں، تقدیر میں جو آرام تھا شاید ختم ہوا

تاریخ شفا میں جدت ہے دو عیسوی سن ہیں دو ہجری
بالجملہ مرض کا قصہ نیک انجام تھا شاید ختم ہوا

A.H. 1367 581 1367 A.H.

1948 1948

Forty days passed like this, with a temperature every day
And I began to think that all the comfort that had been fated for me had been used up.
In the chronogram of my recovery is this innovation:
two are in A.D. and two in A.H.

condition. In situations when most people would not be able to move a finger he would compose a chronogram and set it in verse too.

Once he was stung by a wasp. Constitutionally he was very frail and never kept good health and was particularly allergic to the interference of foreign bodies. He felt great pain. There was swelling and itchy patches broke out, but even in such a condition, instead of searching for some cure, his mind engaged itself in composing a chronogram, and in fact he composed two, one in Persian and the other in Urdu:

ارادہ تھا ہم اور فیاض صاحب
کریں سیکری چل کے سیر اور سپاٹا

مگر نیشِ زنبور نے باز رکھا
گندھا رہ گیا ناشتہ کا بھی آٹا

یہ تاریخ تم التوا کے سبب کی
سنادو کہ حامد تپتی نے کاٹا

1355 A.H.

The plan was that Fayyaz Sahib and I
Should go and visit [Fatehpur] Sikri
But a wasp's string prevented us
And the dough for the morning's breakfast was kneaded

جب اندھا بانٹتا ہے ریوڑی اپنوں کو دیتا ہے
پرانی ہے حسد اور کینہ کی یورپ کو بیماری

یہ ہے تجدیدِ جشنِ یازدہ سالہ کا سال اچھا
نیا یونائیٹڈ نیشنز کا دامِ گرفتاری

A.D. 1956

Think of this [the U.N.] too as a League of Nations
in its deceit and trickery
For the Muslims it practices the same deceptions.
When a blind man gives out sweets he gives to his own.
This disease of envy and rancour is Europe's ancient
disease
The chronogram of the 11th annual celebration is an apt
one,
"A new snare is this snare of the United Nations."

In fact, in a limited space it is not possible to give a full survey of his art and technique and to analyse his mastery over it. I have described earlier how the composing of chronograms was a hobby of his. It would be nearer to the truth to say that it was almost a way of life for him. It seems as if he lived with chronograms. They were like precious concrete objects, and he would pick them up wherever and whenever he liked, whatever his own

24, 1954 was the eleventh United Nations Day. He composed several chronograms, all uncomplimentary, and some acidly satirical also:

گیارہ برس سے قومیں ہیں یو این میں پھنسیں
مکڑی کے جال میں ہے برا مکھیوں کا حال

اس سے ملا ممالکِ اسلامیہ کو کیا
لکھ: بیتِ عنکبوتِ فسوں گر ہے اسکا سال

1376 A.H.

For eleven years the nations have been trapped
in the U.N.
The flies are in poor shape in the spider's web.
What have the Islamic nations got from it?
Write! Its year is "The house of the magic-
working spider"

In another he compares the U.N. with its ill-fated predecessor, the League of Nations.

فریب و مکر میں لیگ آف نیشنز اس کو بھی سمجھو
مسلمانوں کے حق میں ہے وہی اسکی بھی عیّاری

میداں میں آئے تھے دکھانے کو کمال خالی ہی گیا مگر ہٹ امریکہ کا
تاریخ اس کی یہ سالِ ہجری میں ہوئی پھٹ ہی گیا آہ راکٹ امریکہ کا

1377 A.H.

یہ عیسوی ہو سمجھ کی کوتاہی سے مہرہ جو گیا آج پٹ امریکہ کا
580

+

= 1957

They came into the field to show their prowess
But, alas!, America's "hit" failed.
The chronogram of this in hijri (A.H.) is:
Alas! America's rocket exploded.
This can be turned into isvi (A.D.) by [adding]
"Deficiency of understanding".
When America's pawn was taken today.

He was also critical of the attitude of the superpowers and the European nations at the United Nations which he interpreted as inimical to the interests of the Third World and particularly harmful for the Muslim Nations. October

یہ فتح فضائے آسمانی + اب واقعہ ہے نہیں کہانی

1957 = 401 1556

[This victory over the atmosphere of the sky is now a fact, not a story.]

سب کی حیرت کا ہائے عالم + یوکے یوایس کا ہے سر خم

1957 = 1069 888

[All are astonished. The UK and the US bow their heads.]

ہے روس علیٰ رؤس الاشہاد + پرواز کا اچھا ماہر استاد

1957 = 959 998

[Russia is by general consensus a great and expert master of flight.]

After this Russian success came, unfortunately, an American failure when its rocket failed and burst into flames. He composed two chronograms on this abortive attempt, one in A.H. and the other in A.D. remarking rather uncomplimentarily:

(disorder and defects) which comes to 907; and thus are not only gets the year of the election 1958 but an eloquent comment on the nature and conduct of the elections too.

My father was interested in world affairs and when he felt he composed chronograms on world events too. In 1957 the launching of the Russian sputnik was a great achievement of science that caught the imagination of the world. He also seemed to enjoy the event. He wrote a short poem to mark the occasion consisting of nine couplets, and each couplet gave the year 1957. He was perhaps also amused by the thought that the Russian feat left UK and USA behind in the space race, and he has alluded to this in one of his couplets, which are, of course, mentioned it in one also chronograms. Some of his couplets are:

انسان بنا کے چاند اڑا دے   قدرت پکھ دے جسے خدا دے

1957 = 1438 + 519

[Man has made a moon and caused it to fly. God gives power to whom He gives [i.e. to whom He chooses to give].]

دو دعوتوں کے سال یہ دو خوب ہی رہیں

1958

گر بہترین ضیافتِ آراستہ کہیں

1958

The word ضیافت is common, and if بہترین is added before it one gets 1958; then again, if آراستہ is added after ضیافت the total again is 1958 A.D.

Using this same technique he composed numbers of chronograms.

In Karachi rain is not an every day event. When it comes it is a welcome relief. Rain is traditionally regarded as a blessing from God. On the 18th July, 1958, there was a torrential rain. Welcoming it he composed the chronogram:

1377 A.H.

یہاں تو رحمت ہی رحمت ہو گئی ہے

1377 A.H.

دل و نظر ہیں ہمیشہ دونوں بخود و حیران
نظر کا آئینہ خانہ ہے، دل کا سے خانہ
یہ چار سال لکھے ہیں جدید صنعت سے
وہ ماہِ اوجِ نگارش وہ نظم شاہانہ

Fasli — فصلی ۱۳۵۲ + ۱۱

Hijrī — ہجری ۱۳۶۳ + ۵۸۱

A.D. — عیسوی ۱۹۴۴ + ۵۷

Bikramī — بکرمی ۲۰۰۱

He has used the combination of words in one line to give four chronograms; for Shadān Bilgrāmī he said:

عظیم القدر بود — کرم شیوہ — فاضلِ تنہا

A.H. 1367 — 581 — 1367 A.H.

1948 — 1948
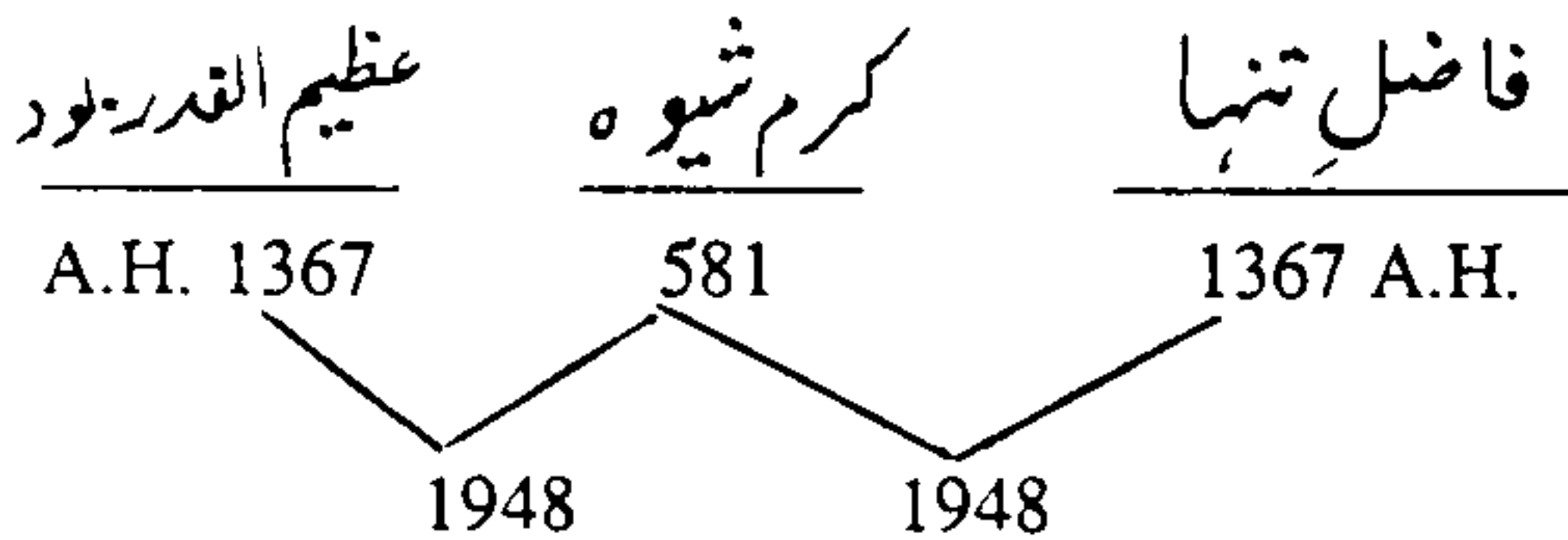
With this technique he has composed a number of chronograms on different occasions.

He has also used another combination of words in a novel way to celebrate hospitality (ضیافت):

بیک مصراع آمد چار سالِ فوت آں ذیشاں

کہ: ہاں شمعِ معانی بود باخُلق و کرم شاداں

Fasli	1355	+ 12	
Hijri	1367	+	561
A.D.	1948	+	56
Bikrami	2004		

Using this unique and challenging technique he composed more than a dozen chronograms and always set them in a fine couplet which is in itself a pleasure to read.

In 1944 Shāh Mohammad Taqi Aziz Mian, saint, mystic, spiritual head of the *Khanqah* of Bareilly and a cousin of my father compiled a *divan* of his verses. My father composed several outstanding chronograms for the occasion; here we quote one in which he has employed the above-mentioned technique.

name and realised that by adding 108 to the total a chronogram would be obtained. I at once composed the chronogram, set it in a verse, called the student and handed him the full chronogram...."

This is the chronogram:

سخاوت علی نے وہ صدمہ دیا کہ مرجھا گئی آہ دل کی کلی

ہوا تعمیہ سے یہ سال وفات ملے حق سے سید سخاوت علی

1251 + 108 = 1359 A.H.

[Sakhawat Ali inflicted such a blow that, alas!, the bud of the heart withered. By *tamia* [this chronogram yielded] the year of his death: Sayyid Sakhawat Ali has gone to meet his God.]

He has also composed in one line four chronograms giving four different calendar years, i.e. Fasli, A.D., A.H., and Bikrami. One such was composed at the death of Professor Shadan Bilgrami of Rampur:

کوئی فیض پہنچے جس انسان سے وہ انسان ہے قابلِ قدرداں
یہ تاریخ ہے از روئے یادگار کنواں خیر جاری یٰسین خاں

1932+ 10 = 1942

[That man from whom a benefit is conferred upon mankind is indeed worthy to be valued. This is a chronogram to commemorate this: A well established by the good deed of Yasin Khan.]

He records a still more interesting episode about an extampore chronogram. He writes in his second volume of the collected chronograms:

"On November 9, 1940 arriving at the college I proceeded to the library, I had hardly seated myself when a student of the second year, Syed Inamur Rahman approached me and requested me to compose a chronogram to mark the death of the late Syed Sakhawat Ali. I said, 'There are a lot of other chronogramists in Agra. Why me?' He said that his elder brother had instructed him he must make this request of Qadiri sahab alone. I asked neither his elder brother's name nor the address of the deceased. I noted only the name on the :orner of my register. The student sat behind me at nother table. I calculated the value of the deceased's

untrue but also impossible, since he would never know what his next 'assignment' would be.

He writes in the second volume of his collected chronograms:

"— Yesterday 16th August, 1942, at the time of evening prayers I was going to Alam Ganj from Kashmiri Bazar with Khalid [the present writer] and Zahid [my cousin] when Haji Sadar Uddin met us and asked me to compose a chronogram to be inscribed on a well constructed as a perpetual charitable trust by someone named Yasin Khan, asking me also to mention this fact in the completed chronogram. I promised to do this. We hired an *ikka* [a cheap, two-wheeled, horse-driven cart now extinct] and started to go back home. Before alighting from it, within a few minutes I had composed the chronogram and set it in a couplet: and I recited it to Khalid and Zahid. The whole process took only a couple of minutes:

مرنے کی یہ نام خود خبر دیتا تھا

تاریخ ہے سید غلام الحسنین

1354 A.H.

[This name itself gives news of his death. The chronogram is Sayyid Ghulam ul Hasnain.]

Once Professor Vali Muhammad Khan and I went to say our Zuhar prayers in a mosque near the college. While I was entering the toilet of the mosque, some student said loudly that Rāshid-ul-Khairī, the famous novelist and champion of the welfare of women had died earlier that day. I went into the toilet and when I came out gave them this chronogram set in a couplet:

اگر وہ اور بھی دو سال جی گئے ہوتے

تو ہوتی نام سے تاریخ راشد الخیری

1354-2 = 1352 A.H.

[If he had lived another two years, his name Rashid ul Khairi would have yielded the chronogram.]

As a matter of fact he was so well versed in and at ease with this art that people sometimes thought that he had composed the line in advance. This is, of course, not only

joking with each other, on our way back I composed a chronogram for the occasion:

1911 = دیکھکر آئے ہیں شالا مار باغ

۱۹۱۱

[We have returned from seeing the Shalimar Gardens.]

Once in Kanpur, Sayyid Abu Muhammad Saqib asked me to compose a chronogram for his *divan*. There and then I composed the following and presented it to him:

A.H. 1347 دیوانِ اشعارِ ابو محمّد ثاقب

One day I had returned home from the college and had not yet changed my clothes when I received a postcard in the post from Professor Habib of Islamia College, Peshawar, in which he asked for a chronogram to mark the sudden and untimely death of a young man named Sayyid Ghulam-ul-Hasnain. While still reading the postcard I calculated the value of the letters of the name and composed a chronogram, set it in a couplet, wrote it out on a postcard and despatched it to Peshawar. All in less than fifteen to twenty minutes.

My father was so devoted to his hobby that at times it became his main pursuit in life. He himself was aware of the fact and wrote in his preface, mentioned earlier:

"...Sometimes this absorbing interest in chronograms becomes almost a consuming passion bordering upon frenzy. All the time, whether I am reading the Holy Quran, performing the prayer or studying or teaching, my mind seems to be echoing with unfinished chronograms. As soon as some suitable word or appropriate phrase, some idiom or some line of verse catches my eye, my mind at once starts calculating its numerical value..."

One spin-off from such absorption is the composing of a chronogram extempore. This is immensely difficult, but on numerous occasions my father astounded people by not only composing some appropriate chronogram in this way but by setting it in verse too. Naturally such verses or chronograms are of a very local or personal nature.

In his preface referred to above he writes:

"...Once it so happened that I was coming back from a trip to the Shalimar Gardens in Lahore. A couple of friends were also with me. As we were talking and

A.D. 1948 = قتلِ رہبرِ اعظم
(The murder of a great leader)

A.D. 1367 = چتا میں تری قوم کا سہاگ
(On your pyre is the honour of the nation)

Bikrami Sambat رہبرِ اعظمِ ہندوستاں ہائے
(alas for the great leader of India!)

Pandit Brij Narayan Chakbast composed an elegy on the death of Indian leader Gokhle (1866-1915) which included the line سہاگ قوم کا تیری چتا میں جلتا ہے
My father composed two chronograms of Gandhi using this famous line with *ta'mia* (تعمیہ): one in A.D. and the other in Bikrami:

یہ نعرہ ہے جو لب ملک سے نکلتا ہے سہاگ قوم کا تیری چتا میں جلتا ہے

122 + A.D. 1948 = 1826

یہ آ رہی ہیں صدائیں بلادِ عالم سے سہاگ قوم کا تیری چتا میں جلتا ہے

178 + 1826

= 2004 Bikrami

A chronogram for an addition to the existing building of a mosque in Ghalib Pura, Agra:

یافت این مسجد چو توسیعِ جدید
بر زبانِ حامد این تاریخ رفت

صوری و ہم معنوی بے واوِ عطف
یک ہزار و سہ صد و ہفتاد و ہفت

485 + 490 + 159 + 243

AH 1377

[When this mosque received a new extension
This chronogram came to Hamid's tongue
One thousand three hundred and seventy seven.]

At five o'clock in the evening of 30th January, 1948, the architect of Indian freedom Gandhi was shot dead by the bullet of Nathu Rain Godsey. This tragedy shook the whole nation, and my father composed several chronograms, some for the Muslim era, some for the Christian era and some for the Hindu era. We quote one of each:

Another mode is to give the year in words which themselves yield the same year or the corresponding year in a different era when read as a chronogram.

When Sir Sayyid Ahmad Khan founded his first school at Aligarh in 1875 A.D. — 1292 A.H. Maulvi Safdar Husain composed a chronogram for it in this very clever way:

تھی فکر مجھ کو اک دن تاریخِ مدرسہ کی

بولا یہ ملہمِ غیب اٹھارہ سے پچھتّر

1292 A.H.

The words give the year in A.D. 1875 and when the value of the letters is counted one gets the year in A.H. 1292.

My father composed a few chronograms on this pattern:

ہے تاریخ الفاظ و اعداد میں کہ سن آج تیرہ سو بتیس ہیں

1332 A.H.

[Here is a chronogram both in words and in number
Hear, today is the year thirteen hundred and thirty-two.]

جو پوچھے کوئی سال ان حادثوں کا

تو کہدو کہ تیرہ سو اٹھارہ ہجرت

1902 A.D.

[If anyone asks the year of these events
Say 1318 A.H.]

See the extreme of entertainment and generosity and kindness and favour
— 'the extreme' meaning the last letter of the words that follow.]

A still more difficult mode is illustrated by a chronogram by the famous poet, Nasikh. He writes:

از حائے حکیم ہشت برگیر سہ مرتبہ نصف نصف کم کن

[Take 8 for the ح of حکیم and decrease it by half three times.]

Take 8, and decrease it once by half; this gives 4; then again decrease it by half, giving 2; then again decrease it by half, giving 1. This gives the year 1248 A.H.

Obviously this too is a feat rarely performed, but my father composed more than one chronogram of this kind:

از زائے زمانہ ہفت برگیر سہ مرتبہ کم کنید دو دو

[Take 7 for the ز of زمانہ and deduct 2 from it three times.]

7 less 2 is 5; 5 less 2 is 3; 3 less 2 is 1. Thus the year is 1357 A.H.

"The lips of" indicate that only the first letter of the keyword is to be counted. Using only the middle letters of each word he composed the chronogram of the death of Dilgīr Akbarābādī, a celebrated poet, litterateur and mystic of Agra: سب بے سرو پا ہو گئے دلگیر کے جانے سے اب

لطف و کرم، شعر و سخن، عشق و وفا، وصل و ادا

ط + ر + ع + خ + ش + ف + ص + د

4 + 90 + 80 + 300 + 600 + 70 + 200 + 9

= AH 1353

[By Dilgīr's going these have lost their head and feet (beginning and end):
Kindness and compassion and poetry and verse and love and loyalty and union and grace]

Using the last letter of each word he composed the following chronogram to mark the hospitality of a friend:

جو چاہو دیکھنا تاریخ اس مہماں نوازی کی

تواضع فیض و لطف و مکرمت کی انتہا دیکھو

ع + ض + ف + ت

400 + 80 + 800 + 70

= AH 1350

[If you want to see the chronogram of this hospitality,

صلح کردہ کمالِ کامل　　عادل بحمودِ عصر، و ہمدرد
حامد را کرد ملہم الہام　　صلح حاصل مرادِ دل کرد

1341 A.H.

According to the rule of *Zubur-o-bayyenat* the chronogram is calculated like this:

صاد + لام + حا + حا + الف + صاد + لام + میم + را + الف + دال + دال + لام + کاف + را + دال
35+201+101+71+35+35+111+201+90+71+95+111+9+9=71+95
= AH 1341

Another mode is to take only the first, the middle, or the last letter of each word, and indicate this in a subtle way.

My father used all three variations of this mode. Using the first letters alone he composed the chronogram of the communal riots in Kanpur: یہ تاریخ سنیے کہ کہتے ہیں کیا
لبِ شورش و غدر و طغیان و مرگ
م　ط　غ　ش
40 + 9 + 1000 + 300 = AH 1349

[Hear this chronogram, what they say
The lips of turmoil and revolt and sedition and death.]

This is most easily explained by giving an example. The word according to the general rule gives

م ل ع

140 = 40 + 30 + 70

but in this mode the value of the word is calculated by, so to speak, spelling it out, and adding the values of all the letters so written. Thus the value of علم will be calculated like this:

	م	ل	ع
	م ی م	م ا ل	ن ی ع
	40 + 10 + 40	40 + 1 + 30	50 + 10 + 70
219 =	90 +	71 +	130

Obviously it is a very challenging task to compose a chronogram in this mode. In 1341 A.H. Ata Turk, Mustafa Kamal Pasha scored a resounding success at the Lausanne Conference. My father composed a chronogram in this mode and with an added restriction in that all the words were composed of undotted letters. Not only this, he set the chronogram in a *qat'a* composed entirely of undotted letters:

There was a great flood in 1352 A.H. Everything was swept away by the waters. My father composed the chronogram:

ا ج ہ ب = بہ جا
1 3 5 2

1352 A.H.

[Flow away! (i.e. be carried away by the flood)]

Perhaps it would not be out of place here, as examples of this kind are so rare, if I quote my own chronogram of the date of birth of the great poet, Ghalib:

ا ب ا ب = بابا [a baby]
1 2 1 2

1212 A.H.

Zamin Ali Jalal mentions another chronogram in this mode. He says that the drowning of someone was marked by a chronogramist by the word:

ا ب و ڈ ڈوبا = 1264 A.H.
1 2 6 4

[Drowned]

Another difficult mode of composing chronograms is that which follows the rule of *zubur-o-bayyenat* زبر و بینات

He further writes:

"In this chronogram the *tae marbuta* of تحیہ is also reckoned as 400, though, it should have been 5 and I, myself, on other occasions, have also reckoned ة as 5; but some chronogramists have reckoned ة as 400; therefore I too reckoned it as 400."

This entry is not only interesting in itself; it also shows his position on the controversial issue of *tae marbuta*, closed ة . To come up with such an appropriate line from the Holy Book almost extempore illustrates his mastery over this difficult art.

One way of composing a chronogram is to use letters in such a way that if the numerical values are read one after another they produce the correct year. This method is so difficult that only a very few examples are known. One classical example, often quoted, is a chronogram composed to give the name of a nobleman's garden:

طوبا = ط و ب ا
9 6 2 1

1259 A.H.

[*Tuba* is a tree in paradise.]

Here it will not be out of place to quote an entry from his diary which he wrote regularly for about forty years. It reads (in English translation):

"February, Thursday 19th, 1942. In the journal, *Adeeb*, Delhi, in the February issue an article of mine appeared entitled:

'Chronograms from the Quran-i-Majid' in which I included fifty of my chronograms based on the words of the Holy Book. Today I received a letter from Delhi written by a certain gentleman, Mr. Abdur Rab, Defence Department, Government of India, New Delhi, telling me that someone had died on the 5th of February and asking me to compose a chronogram for the Quran-i-Majid giving the current year. I regarded this letter as a test for me. I sent him the following chronogram at once:

يُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَّ سَلَامًا خٰلِدِيْنَ :

1942

[Therein shall they be met with salutations and peace
Dwelling (therein) S.XXV
A.75-76]

أحلّنا دار المقامة من فضله لا يمسّنا فيها نصب

1947 A.D.

[(Who Has) Out of His Bounty, settled us in a Home
That will hast no toil, nor sense of weariness.
Sura XXXV
Aya 35]

In 1940 a mausoleum was built on the tomb of Ilmuddin, the martyr. He composed a very apt chronogram from the verse of Quran-i-Majid which praises martyrs:

لا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات

۱۹۴۰

1940

[Do not call the one who is killed for Allah as dead]

Besides using the words from the Holy Book for chronograms, he composed an excellent chronogram for the construction of a mosque in Berlin from the words used in the Azan, the call to prayer. What more appropriate words could give a chronogram for a mosque?

حيّ على الصلوة حيّ على الصلوة حيّ على الفلاح حيّ على الفلاح

1926: ۱۹۲۶ ء

[Come to prayer, Come to prayer
Come to Salvation, Come to Salvation]

كلُّ نفسٍ ذائقة الموت

A.D. 1928

[Every soul shall have
A taste of death S. 111
A.185]

(In this chronogram *tāe marbuta* ة is reckoned as 400.)

In 1947 A.D. — 1366 A.H. the partition of India and the creation of an independent homeland for the Muslims of the subcontinent was an epoch-making event. My father composed several chronograms of this event. From the words of Qurani i Majaid alone he composed four. We quote here two excellent ones that are printed in Urdu newspapers almost every year on Pakistan Day.

كنتم خير امّة

1366

[You are the best of the people Sūra 111
Aya 110]

(In this chronogram *tāe marbuta* ة is reckoned as 5.)

In A.D. he composed:

عِندَہٗ اجرٌ عظیم
۱۳۵۳ھ (تغابن)

1353 A.H.

[But in the Presence of God,
Is the highest Reward. S.LXIV. A.15]

Altaf Husain Hali (1837-1914) the famous poet, and critic, and one of the archietects of modern Urdu poetry died in 1914. My father composed the chronogram:

فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ (سورۂ یٰسین)
۱۹۱۴

[Give such a one,
Good tidings of Forgiveness. S.XXXIV
A.- 11]

Pirzada Sayed Muhammad Sadiq of Delhi was the father-in-law of the famous writer, essayist and mystic of Delhi, Khwājā Hasan Nizāmī. Some enemies of his killed him in an ambush. My father, who was a friend of the Khwāja, composed this chronogram:

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ

1329 AH ———— ۱ ۳ ۲ ۹

His daughter-in-law, Asia Khatun, wife of his eldest son, Sajid Hasan Qadiri, compiled a book of recipes. For this he composed a remarkable chronogram from Quranic words:

1357 AH =
[Eat and drink but do not waste.] كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا
۱۳۵۷

In 1934 A.D. a very dear old friend of his, Sayyid Nizām Uddīn Shāh, Dilgīr, Akbarābādī died. He composed a number of extremely beautiful chronograms (some are quoted below), and set them in equally beautiful verses. From his name alone he composed:

ادیب کامل شاہ دلگیر اکبرآبادی رحمۃ اللہ علیہ

1353 AH

But here we quote one from the words of the *Qurān-i-majīd.* Simple and exquisitely beautiful:

chronogram using only Quranic words has always been a great challenge. This fact explains the paucity of its occurences. Some classic examples are worth quoting. In the twelfth century A.H. a devoted Muslim named Adam performed the *Hajj* with his wife, and after the Hajj both of them passed away and were buried in the most holy graveyard called جنة البقيع *Jannat ul baqi'*. Someone composed the chronogram of their death from the Quranic verse:

یاآدم اسکن انت و زوجک الجنة

[O Adam, rest you and your wife in the *jannat*]
which gives the year of their death 1164 AH.

Chronograms of such beauty are really a work of genius almost worth drying for!

My father composed over two hundred and fifty chronograms from Quranic words, some giving the dates in the Christian era and some in the Muslim era. I do not know of any other person who has composed chronograms in such large numbers from Quranic words.

Some examples may be quoted here.

In 1911 AD — 1329 AH a war between Turkey and Italy was being fought fiercely and news of heavy casualties on both sides were appearing in the newspapers. He composed:

صاحب! تھے ہم غلام تو حیواں تھے جماد

آزاد ہو کے لگتے ہیں کچھ آدمی سے ہم

بے شک ہیں شامل اس میں عنایات ایزدی

"لو بندگی کہ چھوٹ گئے بندگی سے ہم" 564

802
564
1366 A.H.

[Sahab, when we were slaves we were animals or
minerals.
Now we are free we seem to be something like men.
Without doubt divine favour is involved in this,
Salaam, we are freed from bondage!]

My father compiled five volumes of his chronograms, some unsurpassed, and in every conceivable form of this genre. Chronogramists have always been interested in composing chronograms from the divine words of the Holy Quran, and some earlier compositions are indeed marvellous. But as one can imagine, because of the nature of the words involved, divine, revealed and according to the Muslim belief, forever unchanged and unchangeable, to compose a

My father composed two chronograms using both lines of the couplet and set them each in a separate quatrain. Addressing the English he says:

شکوہ جو تھا غموں کا وہ اپنی جگہ پہ ہے
یہ شکر کی جگہ ہے کہ دل شاد کر دیا

اب قادری کے ساتھ وطن مل کے دے صدا
(قادری = 315) + (وطن = 65)
صاحب نے اس غلام کو آزاد کر دیا

1576
315
65

1947

The complaint which we had of our sorrows is valid. [But] it is an occasion for gratitude that [he] has made our heart glad. Now the country should join with Qadiri to raise the cry, "The sahab has freed this slave". The other one to give the *hijrī* year uses the other line of the couplet:

The coming of independence to the subcontinent inspired my father to compose quite a large number of chronograms; some of them are quoted below, but I quote two here as illustrations of *tamia*. A few words of introduction are necessary. Momin Khan Momin, the great nineteenth century poet, has a couplet in one of his most famous ghazals which has acquired the stamp and currency of an idiom:

صاحب نے اس غلام کو آزاد کر دیا
لو بندگی کہ چھوٹ گئے بندگی سے ہم

[The Sahab has freed this slave, Salutation! (*Bandagī*) we are freed from bondage!

In the context of the Raj and foreign rule over the subcontinent, the words *ṣāhab* (master *ghulām* (slave) *āzād* (free) *bandagī* (salaam, and also bondage) all have acquired an added connotation. Momin originally composed the verse simply as a couplet in a ghazal; and since *sahab* is said to have been the name of one of his sweethearts, the couplet had a flavour of realism too. But when the English rulers (Sahab) freed (*azad kar diya*) the slave (*ghulam*) and went away, the couplet became more meaningful. People tried their hand at using this couplet to fit the occasion.

(mentioned earlier) died in 982 AH. Someone composed the chronogram of his death:

یکے غایب شد از "فخرِ زمانہ"

983 - 1

[One disappeared from among the worthies of the world.]

Fakhr-i-Zamānā gives the year 983 but the statement that "ONE disappeared" indicates the *takhrija* of 'one' from the sum; thus 983-1 = 982 AH; the appropriateness of the whole phrase needs no comment.

Another famous chronogram of this type wo... qu...ing was composed by the famous Urdu poet, Momin Khan Momin (1800-1850) for the birth of his daughter:

نال کٹنے کے ساتھ ہاتف نے کہی تاریخ دخترِ مومن

[With the cutting of the navel string the Herald pronounced the chronogram "Momin's daugher"]

دخترِ مومن gives 1340 AH نال is worth 81. Cutting off نال (81) from دخترِ مومن (1340) gives the year of her birth 1340-81 = 1259 AH.

With all respects to the old master, one has to observe that الف مقصورہ as a rule is not written with یائے تحتانی alone. In Arabic الفِ مقصورہ occurs on several other letters. Moreover in words like اعلیٰ , موسیٰ , عیسیٰ *alif-i-maqṣūra* counts for nothing at all, as it counts for nothing irrespective of the letter it appears over, whether ی or not. In these words it is not الفِ مقصورہ that yields 10, it is the ی *ye*. Thus to say that "in Arabic الفِ مقصورہ is written with *ya*" is not correct; nor is it correct to say that "it provides 10" in these words like موسیٰ , اعلیٰ and so on.

The beauty of a chrongram depends upon its choice of words, its appropriateness and its completeness, i.e. it should be composed of a full phrase, and the words thus composed should give the exact year, neither more nor less. But sometimes, as one can imagine, it becomes necessary either to subtract or to add a few more numerals to get the year right. This is a sort of inadequacy, but the chronogramists have turned it into an art. If addition is needed this is called تعمیہ *ta'mīa*, while substraction is termed as تخرجہ *takhrija*. The beauty of such chronograms lies in the subtle manner in which this *t'amia* or *takhrija* is indicated. For instance one of our earlier ancestors, Shah Abdul Ghafūr of Āzampūr

and so on. In such words only the *alif mamdūda*, as it is written, will be taken into account. For instance if *Isḥāq* is written with *alif-i-maqṣūra* اسحٰق its numerical value will be 169 but if it is written as اسحاق its value will be increased by another *alif* and will be 170. On the same principle رحمٰن carries 298 because of *alif-i-maqṣūra* over *mīm*, but written as رحمان it will have 299 because of "full *alif*" after *mīm*.

It would not be out of place to point out here that a very revered authority, master poet and scholar, Sayyid Zāmin Alī Jalāl, Lakhnavī in his treatise entitled *Risālā-i-Qawāid-i-Tarīkh Goī*, already quoted earlier says:

> "... الفِ مقصورہ *alif-i-maqṣura*, as it occurs at the end of such words as ...عیسیٰ، موسیٰ، اولیٰ، اعلیٰ ... is counted for 10 and not for 1, because in Arabic *alif-i-maqṣūra* is written in the form of *yāe taḥtānī* یائے تحتانی ...."[2]

He has expressed exactly the same view twice in his treatise.

---

[2] Zāmin Ālī Jalāl Lucknowi, *Risāla-i-Qawāid-i-Tārikh Goī* (1303-1885). This treatise is reproduced by Akbar Ali Khan in his literary journal, *Nigar*, Tarikh Number, July 1962, Rampur. I am greatly indebted to him for providing me with a copy of this invaluable journal.

Professor of Persian in the Old Delhi College by the English but in the aftermath of the struggle for independence of 1857 he was executed by the English too.

He has expressed the same opinion about the value of *tāe marbuta* ۃ read sometimes as ت , as we have mentioned elsewhere. Referring to this in 1884-1903 Zāmin Alī Jalāl in his treatise already referred to disagreed with Sehbāī. He first quoted an earlier renowned scholar and historian, Ghulām Alī Āzād Bilgrāmī, as saying:

از تائے جنت کہ آمد در املائے عربی بشکل ہا نیز سند

چہار صد گرفتہ سال آنکہ پنج باید گرفت زیرا کہ

معتبر نزد اہل جمل صورت کتابت باشد نہ تلفظ

منقول از تذکرہ خزانہ عامرہ صفحہ ۳۳۰

"...[He] has counted 400 for the *ta* of *jannat* which is written in Arabic script as ۃ . In fact [he] should have taken 5 for this as according to the masters of chronogram the written form carries weight and not the pronunciation...."[1]

---

1 *Khazānah-i-Āmira*, Ghulām Ālī Āzād, Lucknow, p. 330, as quoted by Jalal Nigār, Rampur, July 1963.

Hussain Nakhjawānī in his excellent book on collected chronograms, *Mawād ul twāśrīkh* observes:

الف حساب کند و در کلمۂ الجنّہ و الرّوضہ و امثال آنہا اگر در حالِ وقف است مثل دخل الجنّہ باید آخر الجنّہ ھا حساب شود و اگر اضافہ شود مثل (جنۃالفردوس) باید آخر جنہ تا حساب شود

In the words الجنّة and الروضة and other words liked them if there is *vaq* or *sukūn*, e.g. دخل الجنہ *dakhal al-jannah* the last letter of *al-jannah* should be counted as ھا (ہ) and if it is in *muzāf* [the first of two nouns constructed together] like جنۃ الفردوس the last letter of جنہ should be reckoned a تا..."

In other words if *tāe marbūta* is pronounced as ہ it should be given a value of 5 and if it is pronounced as ت it should be valued at 400.

It would be interesting to quote the conflicting opinions of two old masters and scholars. Imām Bakhsh Sehbāī (d. 1857) was one of the greatest scholars of Persian, Arabic and Islamic learning of his time. He was also appointed a

"In the *Qurān-i-Sharīf* for *hamza*, in some words, there appears to be an indicator (شوشہ , shosha) for it, whereas in some other words *hamza* appears without such an indication. In اولٰئک the indicator is always written for *hamza*, but in *sura-i-usuf* (سورۂ یوسف) in اَلْئٰنَ حَصْحَصَ الحَقّ there is noindicator for *hamza*. When the indicator (شوشہ shosha) is written it is considered as a sign for *ye* ی and counts as 10, but when *hamza* appears without it, it counts for nothing."

In my opinion this rule applies to the words of *Qurān-i-majid* only and does not affect the pure Urdu words as explained earlier.

Some disagreement, rather more confusion, exists about *tāe marbuta* written as ۃ and described in English as closed ت as against *tāe qureshat* written as ت and called open ت

Some chronogramists treat closed ۃ as ہ and assign the value of 5 to it, while others treat it as ت and count it as 400. Some have used these values and valued the letter either as 5 or as 400 to suit their convenience. My father did the same. In my opinion, here in this particular case, pronunciation, against all its basic uses in chronograms, has to play a vital role. This

chronogram. The marriage took place in 1332 AH. My mother's name was سائرہ خاتون which gives 1333.
He said: نکاح ہوتا اگر اور ایک سال کے بعد
تھی نامِ زوجہ سے تاریخ سائرہ خاتون
1333-1 = 1332 AH

[If the marriage had taken place one year later.
The chronogram would have come from the name of my wife
"*Saira Khatun*".]

Here he counts *hamza* as 10, since the name can be spelt سایرہ, with ی, though more often than not it is written سائرہ with a *hamza*.

When ھمزہ *hamza* occurs in the words of the Holy Book, Qurān-i-Majid the rules of Arabic should apply. What we have said above about *hamza* and *ye* is solely and exclusively concerned with Urdu words, irrespective of their original form and etymology. The manner of writing the letters and words in the *Qurān-i-Majid* is also consistent. (We are not referring here to کوفی and other styles.)

About such words my father observes:

and so on pure Urdu words. There are some words which at one time were spelt with two successive letters — e.g. ی، گیی نیی کیی کویی etc. These are now written گئی ، کوئی نئی. In both these examples *hamza* ہمزہ replaces or is replaceable by ی. Thus in all such words, of whatever origin, if *hamza* and *ye* are interchangeable, *hamza* should be counted for 10, but in words like یشاء - جاء - صحراء حکماء, انشاء - تاءمل - زہراء *hamza* whether *aslī* or not should have no value — neither ten nor one, but should be ignored. Some chronogramists, including some modern ones, think that if hamza is put on the *ye* ی then *hamza* should carry the value 10, and if *hamza* alone is written, without a *ye*, then it should be valued only 1 — e.g آئینہ = 76, and آئنہ = 66. This again, we think, is a rule absolutely irrelevant to Urdu. *Aina* was originally written with two *ye*, آیینہ. Thus, whether written with a *hamza* or *ye* or without *ye*, it must always be counted as 10 like the *hamza* in گئی نئی کئی and so on.

An interesting chronogram of my father will not be out of place here as it illustrates my point and clarifies his position on *hamza* too, though we find him inconsistant on this point. My father's chronogram on his marriage in which he uses my mother's name with *takhrija*, to produce the right date shows that he observed this rule in this

ja'ā, یشاء *yasha'*. In such words *hamza* is *hamza-i-aslī*, represents the sound of *alif* and should be counted as 1. Working on this principle Allama Abdul Jaleel Bilgrami composed a chronogram to mark the coronation of the Mughal King, Farrukh Siyyar (1124 AH) with the words یور ثھامن یشاء and in this chronogram unless "one" for *hamza* is added to the total of the other letters (1123) one cannot get the required year 1124 AH.

But as we have indicated above this whole argument is irrelevant now as far as Urdu is concerned, and it is time that, as far as possible (though I am afraid this will not be possible) a consistent set of rules be adopted.

I have a feeling that the chronogramists themselves do not wish to adopt a set of clear-cut and precise rules to follow, as this would restrict their freedom. They want room for manipulation and manouvering and for the confusion to continue so that they can count, for instance 'one', or, as we shall see, even ten for *hamza* when it suits them or ignore it completely when it does not. And the general public is simply unconcerned. They understand neither the rules nor the game. Hence the confusion.

In Urdu there are a number of words which are written sometimes with ی and sometimes with *hamza*. Disregarding their etymology we may call words like گھایل گھائل ، سایل، سائل قایل، قائل

There are some other important rules too. Letters that are written, irrespective of whether they are pronounced or not, are all counted. For instance in آمنوا , the الف after واؤ is not pronounced but will be counted; but in اللّٰہ the الف pronounced after ل will not be counted as it is not written. The letters carrying a ـّ though doubled, are, since they are written only once, only counted once.

These are the basic rules. There are other areas in which different exponents of the art follow different rules.

The old masters followed the rules of the Arabic grammarians to the letter. This may have had some relevance in days gone by. But in the modern Arab world the art of chronograms has almost vanished and the old rules have no relevance. The art survives in Iran to some degree, and it thrives in the literary circles of the South Asian subcontinent. Thus there seems to be no good reason to abide by restrictions that were illogical even in earlier days, and those too formulated for another language.

Some chromologists have argued that in Arabic *hamza-i-Asli* ھمزۂ اصلی forms a part of the vocable and acquires the status of an independent letter and that it should therefore be given the value 1 , as in جاء

Nakhjawānī has taken care to point out that *ye* ی in *tayyab* طیّب is to be counted twice, thus yielding 31 for *tayyab* instead of 21, which is the correct count.

It is also interesting to note that earlier in the same book, *Mawādut tawārīkh*, Nakhjawānī quotes another chronogramist who has used the same phrase to mark the death of Sa'ad Uddīn Taftāzānī a decade earlier. Here the unnamed chronogram writer has correctly counted *ye* ی of طیّب *tayyab* only once, and as the phrase yields 793 which is one too many, he has had to use *takhrija* تخرجہ (deduction), indicated by the words ب کم "one less", thus getting the year 792.

This shows that chronogram writers sharing the same language, literary tradition, cultural background and the same period in time either do not follow the same rules or are prepared to disregard them.

Nevertheless *Harf-i-mushaddad* should indeed be counted only once, and this firm rule has no exceptions. No matter who violates it, he is at fault.

The following numerical equivalents are thus assigned to the letters of the Urdu alphabet according to the *abjad*-system:

ث =500	س = 60	ح = 8	ا = 1
خ =600	ع = 70	ط = 9	ب پ = 2
ذ =700	ف = 80	ی =10	ج چ = 3
	ص = 90		د ڈ = 4
ض =800		ک گ =20	
ظ =900	ق =100	ل =30	ہ = 5
غ =1000	ر ڑ =200	م =40	و = 6
	ش =300	ن =50	ز ژ = 7
	ت ٹ =400		

Though it is a firm rule that حرفِ مشدّد (*harf-i-mushaddad*) — a double letter — is not counted double, it seems that some chronogram-writers have permitted themselves the licence to do this and, if it suited their purpose, have counted *harf-i-mushaddad* twice. Nakhjawānī in *Mawādut tawārīkh* quotes a *qata* by Fāzlī which he wrote to mark the death of Shaikh Kamāl Uddīn Khujandī;

ابجد	د 4	ج 3	ب 2	ا 1
ہَوَّز		ز 7	و 6	ہ 5
حُطّی		ی 10	ط 9	ح 8
کَلِمَنْ	ن 50	م 40	ل 30	ک 20
سَعَفَصْ	ص 90	ف 80	ع 70	س 60
قُرَشَتْ	ت 400	ش 300	ر 200	ق 100
ثخذ		ذ 700	خ 600	ث 500
ضظغ		غ 1000	ظ 900	ض 800

Those letters which occur in Persian and Urdu, but not in Arabic are assigned the same value as the nearest Arabic letter of the same 'family'. Thus پ , like ب carries the value 2 , چ like ج the value 3, ڈ like د , the value 4, ڑ , like ر , the value 200, گ , like ک , value 20 and so on.

اَبجَد ہَوَّز حُطّی کَلَمَن

سَعفَص قَرَشَت ثَخَذ ضَظَغ

Arabic, Persian and Urdu follow a strict rule, for every letter must be counted. The basic rules are simple. Each letter of the Arabic alphabet is assigned a numerical value, and the letters are grouped in meaningless words composed of letters in order of their value thus:

URDU "ABJAD" AND OTHER RULES OF THE CHRONOGRAM

in future time there will be more than this.
You have a remainder [when you] add 28 [and] divide
By 10 plus 7; there is no error.

What this passage amounts to is as follows: 786+528 = 1314/1896, which is the year in which the poem was composed. This is now divided by 17 which, disregarding the remainder, gives 77. The seventy-seventh day of the Muslim year is 18 Rabīᶜal-Awwal and so the poem was composed on 18 Rabīᶜal-Awwal, A.H. 1314.

In the above verse the key word is *w.f.dh.*, i.e. the Arabic letters و ف ذ which give the value 786, which is the same in value as the famous divine words, so dear to every Muslim, بسم الله الرحمٰن الرحيم (I begin with the name of Allah, the Benevolent and the Merciful). The rule 'the seventy-seventh day of the Muslim year is 18 Rabi al-Awwal' is certainly not universal and perhaps applies only to the calendar used in Hausa. The seventy-seventh day of the Islamic calendar, which follows the lunar system, keeps changing.

which was used by Nabulsi; because *tarikh* in Hausa is called *ramzi*.

Hiskett quotes several examples of chronograms in Hausa using different modes. We quote one from the 'Poem of Abdullah':

> Sā *wafdha* gā ramzī na Hijrā
>
> Dūbe abin da ka yi lūrā
>
> Nā sā garē ka, ka fiḍ da *izdilāfī*
>
> *Yahun* ga watan rāna can kan fī [sic]
>
> Ka kirga sā *hakkun* dukā ka cī sū
>
> A gōma da zaira bā kurē sū.

The interpretation of this esoteric passage depends on the meaning of the word *izdilāf*, from the VIII verbal form of the Arabic root *z.l.f.*, meaning 'to draw near, to approximate', and it represents 33 years or approximately one-third of a century. In the light of this, the calculation set out in these verses proceeds as follows, in a free English translation:

Put down *w.f.dh* [786]; here is the chronogram of the *Hijra*,

Look at what you have to do; pay heed,

I cause you now to work out the *izdilāf*,

It is 15 [15x33 = 495, or to the nearest hundred, 500];

Nabulsi himself has written a commentary on this famous *qasida* and has explained and further illustrated the different devices or *sanāe* he has used.

What Nabulsi has said about using the word تاریخ or a word derived from the root ا ر خ , and putting this immediately before the actual words of the chronogram, has not been clearly understood by Hiskett. It is not a firm rule, and cannot be so, that in all the languages using chronograms, a word derived from the root ا ر خ must precede the chronogram, and that no other word should appear in between such a word and the chronogram, though Nabulsi does say this very clearly. What he means could be put more simply. What he means is that, as a rule, if a chronogram is put in a verse, there must be very clear indication of what words make up the chronogram and what words do not, and are used simply to complete the line and conform to the metre. Otherwise it would be very difficult to calculate the right year from the exact words. In Arabic, understandably, the purpose is best served by the use of words derived from the root ارخ ; but in Urdu or Hausa or in any other language the same purpose would be served by using other words indicating that the chronogram is made of the words following. This is the reason why Hiskett found the saharan scholar, Muhammad Abdullah bin Abi Bakr al-Bartili (d. 1905)...using '*ramz*' and not *tarikh*,

Translation is not necessary as the relevant and important part has been rendered into English by Hiskett.

Allāma Abdul Ghanī ibn Ismāīl Al-Nabulsi composed a beautiful *qasida-i-natia*. In this *qasida* he has used all the rhetorical devices of the poetic art, *sanāe-badāe* such as

(Logical syllogism) مذہب کلامی

(To emphasise slander with what seems to be praise) تاکید الذم بمایشبہ المدح

(Inversion)

(Fanciful, not real reasoning) حسنِ تعلیل

and so on.

He has used one hundred and fifty-one *sanāe* صنائع Some of them are extremely difficult and rarely found in other poems; and certainly 151 of them are not to be found in any one poem. This *qasida* has acquired a unique place in the annals of Arabic poetic literature. Naturally Nabulsi included the *tarikh* too as one of the *sanāe*. But this does not occur at the end of the *qasida*, nor was it written to celebrate the completion of it. It comes towards the end of the *qasida*, but after the *tarikh* other devices, *al-muamma* المعمی and حسن الختام, are explained.

حساب الحروف المنطوق بها لا المرسومة كلفظ فتى ويخشى مما يكتب بالياء
ويقرأ بالالف لان كلمات التاريخ انما جعلت لتقرأ ويحسب باعتبار ان حروف
هذا اللفظ دالة بالحساب على السنة المقصودة ولا دخل للكتابة في الحرف
المحسوب والا لتوقف حساب التاريخ على كتابته كما لا يعد على صاحب
الذوق السليم مع اني استعملت كلا الامرين في بعض تواريخ اقتضت ذلك
بحسب الضرورة الداعية لذلك ويشترط في التاريخ ان يتقدم على الفاظه لفظ
ارخ او ارخوا او واحدة مما يشتق من التاريخ من غير فصل بينه وبين كلمات
التاريخ بل مقارنة لها وان لا تكون كلماته معقدة او غير ظاهرة المعنى واحسنه
ما اشتمل على اسم المؤرخ او لقبه او شيء من متعلقاته وكان منسجم الالفاظ
مؤتلف المعنى خال من التكلف والتعسف وهو في بيت القصيدة قولي بعد
لفظ ارخها من جميع المصراع الثاني وذلك بأربع فقد تم مدحي سيد الامم
وهذه الحروف بحساب الجمل المشهورة تبلغ الفا وخمسا وسبعين وهو عام

﴿ بمدحك ارتفعت اقدارنا شرفا

والمدح قد ارخوه جالب العظم ﴾

سنة ١٠٧٧

Hiskett, unfortunately, is under some misapprehension here, as I shall show. We first quote Nabulsi in full in the original:

﴿ ٤٩٥ ﴾

﴿ التاريخ ﴾

(سنة ١٠٧٥)

﴿ وقلت للربع لما الفكر أرّخها . يا ربع قد تم مدحي سيد الأمم ﴾

في البيت التاريخ وهو نوع اخترعه المتأخرون ولهم فيه العجب العجاب وقد ادرجه في سلك فنون البديع لعلو مراتبه * وسمو مبانيه * ولطافة مسلكه * وطلوع شمس البلاغة في اوج فلكه * وهو عبارة عن ان يأتي الشاعر او المتكلم بكلمة او كلمات اذا حسبت حروفها بحساب الجمل بلغت عدد السنة التي يريدها المتكلم من تاريخ هجرة النبي صلى الله عليه وسلم وهل تحسب الحروف المرسومة او الحروف الملفوظ بها اذ من تكلم على ذلك من اهله ويعني

letters are reckoned as a sum total it comes to the number of the year that the speaker intends, according to the date of the *Hijra* of the Prophet...and it is a condition of the chronogram that the words embodying it should be preceded by the word *arrakha* [he dated] or *arrakhū* [they dated] or some word derived from *al-ta'rīkh* [the date] without any other word intervening between it and the words of the chronogram..."

Hiskett further comments:

"The crucial point, according to al-Nābulsī, is that the use of the root *a.r.kh* in one or other of its forms is essential. In the Arabic *Fatḥ al-shukūr* or a Saharan scholar, Muḥammad ᶜAbdullāh b. Abī Bakr al-Bartīlī (d. 1805), a number of chronograms are used in the signature verses of poems, but in a commentary upon one of them the author used the term *ramz*, not *ta'rīkh*, which was used by al-Nābulsī, and he ignored the rule that the chronogram must be immediately preceded by a word derived from the root *a.r.kh.*"

It is difficult to understand why some letters were changed and their value altered. The well known combination سعفص is changed to صعفض, thus giving ص the value of 60, and ض carries the value of 90 instead of Urdu *abjad's* 800. The letter س is placed in the combination of قرست, replacing ش and gets the value 300. The most outstanding change occurs in the last combination. In the usual *abjad* it is ضظغ. In Hausa it appears as ظغش. Thus all these letters get quite different values.

As the foreign rulers and Christian missionaries, with great effort, have changed the original Arabic-based script of most of the Islamic languages in the continant of Africa, including Swahili and Hausa, this art is also dying, if not already dead, in these languages. They are now written in Roman script rather than in Arabic. Mervyn Hiskett also quotes Abdul Ghani Nabulsi, a seventeenth century Egyptian poet and says:

> "He celebrated the completion of one of his poems with an elaborate chronogram and then described how this device is used for dating poems:
>
> In this verse is the date *[ta'rīkh]* and it is of a kind that the moderns invented... It signifies that the poet or the speaker shall bring a word or words and when its

1	ا
2	ب
3	ج
4	د
5	ہ
6	و
7	ز
8	ح
9	ط
10	ی
20	ک
30	ل
40	م
50	ن
60	ص
70	ع
80	ف
90	ض

100	ق
200	ر
300	س
400	ت
500	ث
600	خ
700	ذ
800	ظ
900	غ
1000	ش

The Ramzī or Chronogram

A feature of Hausa literature verse is the *ramzī* or chronogram, a Hausa form derived from an Arabic noun *ramz*, meaning 'a sign', 'a wink' or 'a hint'. The *ramzī* is formed from any of the twenty-eight letters of the Arabic alphabet, each of which may be used as a numeral, although the order in which they are set out for this purpose is different from that of the literal Arabic alphabet. When used numerically they are referred to collectively as *ḥurūf al-abjad*, approximately 'the letters of the ABJD', referring to the first four letters in their numerical order. Such chronograms are used, especially in verse to give dates and numerological formulae. The numerical values given to the letters in the *abjad* in Egypt and the Arabic-speaking Middle East are set out in most Arabic grammars. But in the system used by the Hausas (which is said to have originated in North Africa) some letters have values different from those normally attributed to them.[3]

In the Hausa *abjad* the letters and their value are as follows:

---

3 Mervyn Hiskett, *A History of Hausa Islamic Verse*, London 1975, p.169.

1049 A.H.

When Ibrahim Khan became king they said: "The date is

nazm-i-jahan

1049 A.H.[2]

In some other languages spoken by Muslims the art of the chronogram has been practised. I am told by my Swahili colleague, Shaikh Yahya Omar that in Swahili the word *'abjad'* does exist but, curiously enough, it is not used in chronograms. According to him chronograms do not exist in Swahili. He says that the expression: 'Let us talk in *abjad'* in Swahili would mean 'Let us use a coded language'.

On the other hand in Hausa, which is spoken mostly in Northern Nigeria, the art of the chronogram does exist. It is called RAMZI.

Mervyn Hiskett in his excellent book, *A History of Hausa Islamic Verse*, writes:

2 All this information is based on an excellent book in Persian, *Mawādut twārīkh* by Hāj Hussain Nakhjawānī, published by Kitab Faroshi-i-Adabiyya, Tehran.

(يوم الاحد ثاني ربيع الاول)
١٠١١
1011 A.H.

(روز یکشنبه دویم ربیع‌الاول)
١٠١١
1011 A.H.

(یکشنبه‌گونی‌ربیع‌الاول‌آیونك‌ایکسی)
١٠١١
1011 A.H.

(اتوار ربیع‌الاول کی دوجی)
١٠١١
1011 A.H.

All four literally mean the same. The third one is in Turkish and means: "The day of Sunday, the second of the month of Rabi ul awwal."

In 1041 A.H. in Iran Mirza Talib Khan son of Hātim Beg was reappointed minister by King Safī. Mirza Abdul Hussain Munshi-i-Mimalik composed this line in Turkish:

(گینه اولدی وزیر طالب‌خان)
١٠٤١
1041 A.H.

[Talib Khan again became minister.]

When Sultan Ibrahim bin Ahmad Khan, the eighteenth Turkish sultan came to the throne, a Turkish litterateur, Astambuli composed this verse in Turkish:

ایضاً بزبان ترکی استانبولی یکی ازادبای ترك دریك بیت چنین گفته است :

پادشاه اولدوقده ابراهیم خان　　　دیدیلر تاریخنی (نظم جهان)
١٠٤٩

illustrations from Persian, Arabic and Urdu; from Turkish the illustrations are not easily found. Since the change of the script for Turkish from Arabic to Roman, all the old classical literature has become virtually inaccessible. Thus it would not be out of place to quote here a few examples from Turkish. In 1011 A.H. Akbar, the Mughal emperor conquered Gujrat. To mark his victory Abdul Rahim *Khān* Khānan composed chronograms in four languages — Arabic, Persian, Urdu and Turkish; with the added beauty and subtlety that not only do they give day and date of the month; the total of the numerical value of the words separately give the year 1011 A.H.:

در تاریخ فتح گجراتِ از طرف اکبر شاه هندی

خان‌خانان رحیم تخلص از دانشمندان هند بچهار زبان

عربی ، فارسی ، ترکی و هندی تاریخ گفته و درجملات

تاریخ روز و ماه و سال واقعه را معین کرده

گوینده از سرداران اکبرشاه بوده :

Now find out the eighth letter in the couplet. It is the *lam* of the word *khalīl* خلیل, and this is undotted. Thus 1328 A.H. was not a leap year.

Geographers have also used the *abjad* system to indicate longitudes and latitudes.

In astrology the twelve stars are assigned the letters of *abjad* like this:

الف	برج حمل	sign of Aries
ب	" ثور	sign of Taurus
ج	" جوزا	sign of Gemini
د	" سرطان	sign of Cancer
ابجد		

and all others on the same pattern. But *abjad* is more extensively used in poetry and in the science of composing chronograms.[1]

In Arabic and Persian the art of the chronogram once prospered, but gradually went out of favour, but in Urdu it still survives and occasionally masterpieces of this difficult art still appear in contemporary journals. Once it was practiced throughout the Muslim world. We shall quote

1 All this information is based on an excellent article, *Ilm-ul-Kitabat* by M.Abdur Razzāq, published in the monthly, *Zamāna*, Kānpūr, Jubilee Number, February 1928.

This system of using letters instead of numbers was also used in astralobes. By introducing this system the scientists, to a great extent, prevented the occurrence of any misreading or misunderstanding. The same principle was applied in almanacs and calendars and in determining leap years. For instance in the *Hijri* calendar there are eleven leap years in every period of thirty years. These are the second, fifth, seventh, tenth, thirteenth, fifteenth, eighteenth, twenty first, twenty fourth, twenty sixth and twenty ninth. The following couplet sums this up:

كف الخليل كفه ديانه ١٦- حروف
عن كل خل حبه فصانه ١٤- حروف

The first line contains sixteen letters and the second line fourteen. In all there are thirty letters: out of these eleven are *mu'ajjam* (dotted) and nineteen *muhmal* (undotted). All the undotted letters indicate the position of ordinary years and the dotted ones indicate the leap years. For example, if one wants to find out whether 1328 A.H. was a leap year or not the process is as follows:

Divide the year by 30
1328÷30
This gives 44 with 8 over

In our opinion a simple mention of the date in words, whether in prose or poetry, does not deserve to be called a chronogram. A chronogram must use any of the many modes of employing numbers for letters, some simple and straight forward; some very ingenious and complicated. The practice of using letters for numbers is the basis of *abjad* (also called *jumul*) used in composing chronograms. Though it had been in use for a long time before the coming of Islam it was the Muslims who made extensive use of it.

The system of *abjad* or *jumul* was not at first employed in the composition of chronograms علم تاریخ گوئی. This developed much later. Firstly it was used to preserve data of observatories. The wear, tear and vagaries of the weather affected the inscriptions and marks and the fading numbers and digits were a constant source of inconvenience. Thus the astronomers started using letters for the numbers and movements of stars and positions of other ecclesiastical bodies in the almanacs were recorded in letters rather than numbers. For instance to record 23°-28" they would write کج (20+3=23) and کح (20+8=28). If they needed more readings and wanted to add more numbers, they would add more letters using the *abjad* system like this:

12°-27" = لزیب (10+2=12),یب - لز (30+7=37), and so on.

سرآمد کنوں قصۂ یزدگرد — بماہ سفندارمذ، روزِ اُرد
زہجرت شدہ، پنج وہشتاد بار — کہ گفتم من این نامۂ شاہوار

۵×۸۰ = ۴۰۰ سنہ

80x5 = 400 A.H.

In Urdu also the same practice continued. In 1526 A.D. at the battle of Panipat Babur, the founder of the Mughal dynasty in India, defeated his enemy, Sultan Ibrāhīm Lodhi. When his head was presented in court, some courtier composed this couplet extempore:

نوسے اوپر تھا بتیس ۳۲ — پانی پت میں بھارت دیس
اٹھئیس رجب (جمعہ) شکروارا — بابر جیتا براہیم ہارا

(یعنی ۲۸ رجب ۹۳۲ھ بروز جمعہ)

(i.e. 28 Rajab 932 A.H.)

[It was thirty two over nine hundred, when in the country of India, at Panipat on Friday 28th of Rajab Babur was victorious and Ibrāhīm was defeated.]

که پادشاهی صاحبقران شود بجهان

چوسال‌هجرت‌بگذشت تی و سین و سه جیم

ت س سه ج

۴۰۰ ۶۰ ۹

۴۶۹

3x3

9 + 60 + 400

= 469 A.H.

Nakhjawānī further says:

قدیمتر از نیمهٔ دوم قرن پنجم

مادهٔ تاریخی بحساب جمل یا حروف مقطعه

ابجد از فارسی زبانان بنظر نرسیده ۔

"I have not seen a chronogram in Persian, whether according to the *jumul* or *muqatta*, earlier than the four hundred and twenties (Hijri)"

It seems that in the beginning instead of using the system of *abjad*, mostly, the year or date of the event was expressed in words. When Firdausi (فردوسی) approached the end of his *shāhnāma* in 400 A.H. — 1010 A.D. he wrote this *qata'*:

One of the oldest chronograms of Persian poets according to the system of *abjad* that we have seen is composed of single letters of *abjad* and is composed by Masud Sa'ad Salmān who wrote it to mark the passing over of the kingdom of India to Saif ud Daula Mahmud bin Ibrahim:

چوروی چرخ شد ازصبح چون صحیفه سیم
زقصر شاد مرا مژده داد باد نسیم

که عزّ منت محمود سیف دولت را
ابو المظفّر سلطان معظّم ابراهیم

فزود رتبت و حشمت بدولت عالی
چو کرد مملکت هند را بدو تسلیم

بنام فرّخ او کرد خطبه در همه هند
نهاد بر سر اقبالش از شرف دیهیم

بسال پنجه ازین پیش گفت بوریحان
در آن کتاب که کرده است نام او تفهیم

The Arabic alphabet follows a different pattern as we shall see in *abjad*. In Arabic the system existed, and examples can be found reaching as far back as the dawn of Islam. Gurgi Zaidan in *Adāb ul Lugha* has mentioned it:

كان اهل الحساب فی صدر الاسلام
یستخدمون به حروف الهجاء
کما نستخدم الارقام الهندسیه

At the beginning of Islam the mathematicians used the alphabet as we use the numerals.

But, as we have indicated, its use in poetry and literature came much later; and in the beginning the rules were not clear. The earlier chronogramists used single letters only to indicate the year instead of composing words. Hāj Hussain Nakhjawānī in his book, *Mawād ul Tawārīkh* says:

قدیمترین تاریخی که بحساب ابجد از شعرای فارسی زبان بنظر رسیده
وبا حروف مقطعه ابجد گفته شده ازمسعود سعد سلمان است که در تفویض
حکومت هندوستان بسیف الدوله محمود بن ابراهیم گفته است:

10	9	8	7	6	5	4	3	2	1
י	ט	ח	ז	ו	ה	ד	ג	ב	א

19	18	17	16	15	14	13	12	11
יט	יח	יז	יו	טו	יד	יג	יב	יא

27	26	25	24	23	22	21	20
כז	כו	כה	כד	כג	כב	כא	כ

34	33	32	31	30	29	28
לד	לג	לב	לא	ל	כט	כח

39	38	37	36	35
לט	לח	לז	לו	לה

47	46	45	44	43	42	41	40
מז	מו	מה	מד	מג	מב	מא	מ

90	80	70	60	50	49	48
צ	פ	ע	ס	נ	מט	מח

700	600	500	400	300	200	100
תש	תר	תק	ת	ש	ר	ק

4000	3000	2000	1000	900	800
דא	גא	בא	א	תתק	תת

8000	7000	6000	5000
חא	זא	וא	הא

Et ſic cum aliis literis.

all the letters that make up the names of the letter are calculated..."

The rule is interesting from our point of view as it is exactly the same as we shall see under *Zubur o Bayyanāt* زبر و بینات in our chronograms.

The letters in the Hebrew alphabet are also assigned numerical values quite differently. They are more detailed and elaborate than ours.

We quote the system below in facsimile taken from a Hebrew primer printed in 1544 A.D.

phrases and concepts in the *Torah*. Such an extensive use of *gematria* in interpreting the Jewish religious texts was bound to create a strong backlash; as it did indeed. "Criticism of the use of *gematria* as a justified means of commentary was first voiced by Abraham ibn Ezra". But as the *Encyclopaedia Judaica* says:

> "In spite of this, the use of *gematria* was widespread in many circles and among preachers not only in Poland but also among the Shephardim. To this day the homiletical and allegorical literature according to the method of *Pardes* (the four levels of the meaning of a text), especially of the North African *rabbis* is full of *gematria*.... The system of *gematria* became complicated in the course of time. In addition to the numerical value of a word, different methods of *gematria* were used. In Ms. Oxford 1,822, one article lists 75 different forms of *gematriot*..."

The important ones that the *Encyclopaedia* lists refers to one at number 5 as:

> "The 'filling' (Heb. *millui*); the numerical value of each letter itself is not calculated but the numerical values of

Whether one accepts this solution or not, it is clear that this system — using letters as numbers or vice versa — existed before St.John's time.

In the Jewish literary tradition the system is called GEMATRIA. It is more complicated, detailed and elaborate than any other comparable system. In the *Encyclopaedica Judaica* under GEMATRIA it says (in part):

> "...It consists of explaining a word or group of words according to the numerical value of the letters, or of substituting other letters of the alphabet for them in accordance with a set system... The use of letters to signify numbers was known to the Babylonians and the Greeks. The first use of *gematria* occurs in an inscription of Sargon 11 (727-707 B.C.E.) which states that the king built the wall of Khorsabad 16,283 cubits long to correspond with the numerical value of his name..."

In the Jewish religious literature and tradition the use of *gematria* is very extensive. It occupies a more important place than *abjad* or *jumul* does in Muslim tradition. In fact *jumul* has no place in Islam as such. Some exegetes of the *Torah* have made extensive use of *gematria* in interpreting the *Torah*. They have used it to explain numerous words,

the English and Dutch navies, a pamphlet issued in reference to the fast-day, instead of bearing the imprint of the year after the usual fashion, had this seasonal sentence at the bottom of the title-page:

LorD haVE MerCIe Vpon Vs

It will be seen that the total sum of these figures represented by the numeral letters [printed in capitals] gives the requisite date 1666'"

The antiquity of the chronogram can be gauged from the fact that in the last book of the Bible, St.John's revelation a mysterious number 666 is mentioned. In Revelation, Chapter XII, verse 18, St.John says:

"Here is wisdom. Let him hath understanding count the number of the beast: for it is the number of a man; and his number is Six hundred threescore and six."

Various interpretations of this number 666 are possible but one suggests the solution as NERON KESAR, Nero, the Roman Emperor. The number is calculated according to the Hebrew principle:

N R O N K S R
50 + 200 + 6 + 50 + 100 + 60 + 200
= 666

MerCy MiXed with LoVe In hIm
= MCMX LVII = 1947."

It seems that the art of the chronogram was practiced in Europe and the British Isles in one way or another. According to the *New English Dictionary*, edited by Murray, Oxford, 1893:

"The word chronogram is said to have been first used in some verses addressed to the King of Poland in 1575."

It also gives a reference to Burton dated 1621:

"He may...make anagrams, chronograms, acrosticks upon his friends' names."

Murray's *Dictionary* describes and illustrates chronogram as follows, under chronogram (p.396):

"A phrase, sentence, or inscription, in which certain letters (usually distinguished by size or otherwise from the rest) expressed by their numerical values a date or epoch:

'Thus in 1666, when a day of national humiliation was appointed in the expectation of an engagement between

The art of the chronogram seems to be a very old one. How old, it is difficult to estimate. On the other hand some illustrations can still be found in dictionaries. The following explanation is given in the *Webster New World Dictionary*, 1954, under "chronogram":

"An inscription in which certain letters, more prominent than others, express a date in Roman numerals when put together in order.
Example:

HISTORY OF THE CHRONOGRAM

تلاشِ تاریخ گوئی

۱۹۸۸ء

awarded in alternate years to a Persian and a Sanskrit student. It so happened that on each of the first three occasions reserved for Persian our student received the award. Then after a gap of a few years medals were twice in succession awarded to our students. When Hasan Miān [the eldest son] received the medal I composed a very apt chronogram:

یافت او تمغاز یونیورسٹی   یافتم تاریخ تمغا یافتہ 1937

[He received a medal from the University,

I got a chronogram, he got a medal.]

I then obtained other chronograms for previous and successive occasions by altering a few letters:

1. Mujīb Ahmad Anṣārī
 = 1935   تمغا بیا فتا
2. Sājīd Hasan Qādirī
 = 1937   تمغا یا فتہ
3. Sayyid Taṣadduq Alī
 = 1939   تمغا بیا فتہ
4. Khālid Hasan Qādirī
 = 1945   چہ تمغا یا فتہ
5. Sayyid Afroz Alī
 = 1949   تمغائے بیافتہ

7. Abdication of Edward VIII:
   1936 = وہ اب چلاگیا والیِ تخت و تاج
8. Coronation of George VI:
   1937= آج آگیا مالکِ تخت و تاج
9. Death of George VI:
   1952 = گیا صاحبِ تخت و تاج آج
10. Coronation of Queen Elizabath:
   1952 = ہوگئی مالک تخت و تاج

"

This technique of obtaining chronograms of events of a similar nature by very slightly changing words or just one or two letters for various years would seem to be quite a simple one. But a chronogramist knows only too well how difficult it is. My father used this technique on various occasions. He writes in his third volume of collected chronograms:

"Agra University instituted a gold medal in 1935 called the Qāzī Azīz Uddīn Malcolm Hailey Gold Medal. The Late Qāzī, Prime Minister of the State of Datyā donated three thousand rupees to the University for this purpose. A gold medal was to be awarded each year to the student receiving the highest marks in Persian or Sanskrit. Starting with Persian the medal would be

1902 A.D. جشنِ شاہِ صاحبِ ثروت کا ہے

[It is the celebration of the king, possessor of wealth]"

I may mention here that in the fourth volume of his collected chronograms he tells us:

"... I have composed chronograms of the coming and going [coronation and the death] of all the English monarchs, from Queen Victoria to Queen Elizabeth, using in each of them the words *takht o Tāj* (throne and crown).

1. Death of Queen Victoria: گئی تخت و تاج والی آج
   1901 =
2. Coronation of Edward VII: مالکِ تخت و تاج
   1901 =
3. Death of Edward VII: آہ چل دیا والیِ تخت و تاج
   1911 =
4. Coronation of George V:
   1911 = صاحبِ تخت و تاج
5. Death of George V:
   1936 = مالکِ تخت و تاج آج گیا
6. Accession of Edward VIII:
   1936 = اب آ گیا مالکِ تخت و تاج

9 10

world had greatly changed. In 1901 A.D. an unusually large number of famous figures died — Queen Victoria, the King of Kabul, Hakim Abdul Majeed Khan, Rustam-i-Hind, Gāmā, the wrestler, Amīr Mīnāī and many others died in this year. But the death which affected me most was nearer home and was that of a rather insignificant person. Najju was an old maidservant and all of us called her Najju Khāla, Auntie Najju. She died suddenly and though I have only a faint memory of her now I composed a chronogram. It happened like this. I had never tried my hand at it before. I was quite small and had not started school. In the evenings I used to go to a tutor for English lessons. While I was doing sums there the line of a chronogram flashed upon my mind

انتقالِ نجّو خالہ ہو گیا

[The death of Auntie Najju has occurred.]

I at once calculated the value of the letters on my slate and could hardly suppress my excitement at the discovery that the line gave the year 1319 A.H. I could hardly wait to get back home and announce my new and first achievement to the family. And everyone was delighted.

My first published chronogram was on the coronation of Edward VII in 1902

particular have absorbed the gift of poetry into their life-fabric unreservedly. But *tārīkh goī*, composing chronograms, is a special branch of knowledge. It is not an appendix to poetry, though poetic expertise greatly enhances the value of a chronogram, because most chronograms are set in verses.

One of the reasons for my liking for *tārīkh goī* could be that I am by nature a great admirer of rarity and novelty. Every rare and every unique object in the world seems to fascinate me, provided it is not repulsive or repugnant. My keen aesthetic sense cannot tolerate lack of beauty or lack of proportion.... In short, by temperament I like oddities, anagrams, puzzles, brain twisters, rhetoric, prosody, graphology, riddles and anything that baffles and amazes one. I always have been interested in the muse, and one such challenging art is that of the chronogram. Thus it seemed natural to me to take to composing chronograms. Another reason might be that my father, Maulvi Ahmad Hasan, was himself a great master of this art; I might have heard his compositions and inherited this interest from him."

He goes on to recall the first chronogram he ever composed:

"As the twentieth century dawned the world was overcast with gloom. It seemed as if the whole world had become topsy turvy. And indeed within the first quarter of the century most of the known and settled

brothers, Professor Qādirī and Professor Farīdī, as they came to be known in later years, were pillars of Urdu-Persian education in the University of Agra, where they served as professors in the department of Urdu and Persian attached to the famous educational institution of U.P., St. John's College, Agra.

My father was one of the greatest Urdu scholars of his time, and the author of more than thirty books on various subjects and various aspects of literature, including the standard history of Urdu prose to the end of the nineteenth century, *Dāstān-i-Tārīkh-i-Urdu*, published in 1941. He was also a master of the art of the chronogram, and this is the subject of the present book.

The science of composing chronograms, or علم تاریخگوئی as it is popularly called in Urdu, is a science rather than an art.

My father has himself told us how he became interested in this branch of knowledge in his preface to his first volume of the collected chronograms entitled *Daftar-i-Tawārīkh* دفتر تواریخ — which is itself a chronogram giving 1901 A.D. He says:

"I do not remember now how I became interested in chronograms. In every educated household most children develop a taste for poetry because discussions and recitations of poetry are always going on; and God has given His gift of poetic aptitude with unrestricted bounty. In India, the Arab world and Iran Muslims in

was at peace with herself then she would dearly love the new-born boy to be given the same name, Hāmid for the third time. Naturally there were some strong dissenting voices in the family, but the young mother (my grandmother) without a moment's hesitation declared that life and death was in God's hands; that if she had lost two sons earlier it had been God's wish, which she accepted; and that she would name her son Hāmid for the third time. Most other members of the family were stunned by her decision. But God in His infinite grace was obviously pleased by the declaration of such a strong faith in Him, for the weak and ailing child, Hāmid, lived to the age of eighty (in the Hijri reckoning), confuting all the predictions of early demise.

He lived in his ancestral home in Bachhrāon up to the age of ten and acquired a basic education in Islamic learning and classical languages from family teachers and local tutors. His father Maulvi Ahmad Hasan was a great scholar, mystic and poet and was respectfully known as Maulvī Ahmad Hasan, Muhaddis Bachhrāonī. By profession he was a lawyer at Rāmpūr, a princely state not far from his home town. Thus at the age of ten, in 1897 my father went with his mother to Rāmpūr to live with his father. Until the death of his father in 1913 he lived in Rāmpūr and there in Rāmpūr, in the Madras-i-Āliya, an Islamic institution of repute, and in the State High School, he was educated with his younger brother, Maulvi Ābid Hasan Farīdī. These two

There is an interesting anecdote which showed the firm belief of the family in religion and in the ways of God. For quite some time after his parents' marriage there were no children. Then a child was born, a baby boy. Every one in the family was naturally very happy. His grandmother suggested to the young mother that the new-born baby be named Hāmid. Everyone liked the name and the boy was so named. But as luck would have it after some time and quite unexpectedly, the boy died. Everyone was greatly grieved and the grief of the young mother at the loss of her first-born was especially poignant. After some time she again bore a child, a baby boy, and the family thanked God and celebrated the occasion. The grandmother again suggested that he be named Hāmid provided that the young mother had no objection to this. The young mother (my grandmother in fact) to everyone's surprise at once agreed and declared her full and complete faith in God's mercy. And thus for the second time the boy was named Hāmid. But God's ways are indeed inscrutable. This second boy too did not live long, and everybody was broken-hearted. By God's grace, after some time the young mother bore another child, yet another baby boy. It really amazes me today to see how in those far-off days simple women could have such a strong and unflinching faith in their God. The old unlettered grandmother told her daughter-in-law that she herself did not believe the name had any effect on the prospects of a child's life and all was in the hands of God. And if, and only if, she, the young mother, was fully convinced of this fact and

Azampur during Mughal rule was an important place, an abode of noblemen, a seat of scholars and the home-town of several mystics and theologians. In the town one can still see the ruins of palaces and grand madrasas and mosques, and the tomb of Shāh Shaikh Abdul Ghafūr, who himself was a great mystic and commanded great respect and large following. After the family had lived in Azampur for a few generations, according to family tradition, it was revealed to one of the elders that the family should leave the place because the town was going to be deserted. Thus Shāh Bandagī Shaikh Pīr, a descendant of Shāh Abdul Ghafūr, migrated with his family and disciples to a nearby hamlet called Dhakka, and the town was indeed deserted, for no apparent reason; and despite all its past glory and grandeur, it still stands deserted.

In the hamlet of Dhakka the family lived for seven generations when once again Shah Shaikh Maqbool Alam, a descendant of Bandaqī Shaikh Pīr of Dhakka, was instructed by divine revelation, as family tradition goes, to leave Dhakka and migrate elsewhere. He did so and settled in a nearby village called Bachhrāon. His family and his progeny prospered and they are still there. Later on some people settled in other nearby places like Chandpur, Bijnor, Nehtaur, Moradabad, Kiratpur, Mīrath and many other places.

Five generations later, my father, Hāmid Hasan Qādirī, was born in his ancestral home there. At the time of his birth he was very weak and was not expected to live long.

His family originated from Arabia and his ancestors migrated to different places in central Asia, such as Balkh, Bukhara, and Samarqand. One of these ancestors was Ibrāhīm Adham (d. 160-166 A.H. — 776-783 A.D.), a king turned mystic who conquered Balkh in 115 A.H. and married the daughter of the king of Balkh. Tenth after Ibrāhīm Adham in the family tree was Shaikh Ahmad the First, who was better known as Farrukh Shāh of Kabul. He was king of Kabul and Balkh and up to his time the kingdom had remained under the rule of the descendants of Ibrāhīm Adham. Third after him was Shaikh Ahmad the Second, who fought with Halākū Khān in 519 A.H. and died on the battlefield. His son, Shaikh Shoaib, migrated to Panjab with all his family and settled in Pāk Pattan in the district of Ajodhan. Shaikh Shoaib was married to a sister of Sultan Mahmood of Ghazna. Shaikh Shoaib's grandson was the famous saint Baba Farid Uddin Ganj Shakar (1175-1265 — 571 A.H.) whose mausoleum in Pāk Pattan is even today a centre of great attraction. Bābā Farīd Uddīn Ganjshakar's wife was the daughter of the sultan of Dalhi, Ghayās Uddīn Balban.

My father, Maulvi Hāmid Hasan Qādirī was a direct descendant of Bābā Farīd Uddīn Ganj Shakar.

One of the descendants of Bābā Farīd, Shāh Shaikh Abdul Ghafūr settled down in a town called Azampur.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

786

+

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ سَیِّدِ الۡاَنَامِ

1202
786
1988
A.D.

My father, Maulvi Hāmid Hasan Qādirī (1887-1964) was born in his ancestral home in *mohalla* Baqa Abad in Bachhraon, a village in Moradabad District of U.P. in northern India, on March 25, 1887 — Friday 29th Jamādī us Sānī 1304 A.H. The entry in the Gazetteer of India under Bachhraon reads:

"Town in the Hasanpur *tahsil* of Moradabad District, United Provinces, situated in 28° 56' N. and 78° 15' E., 41 miles west of Moradabad city.

Population (1901) 7,452.

According to tradition, it was founded in the time of Prithwi Raj. The town contains several mosques and temples....."

SELECTIONS OF PROFESSOR QĀDIRĪ'S CHRONOGRAMS
1988
A.D.

For a person who does not know Arabic very well it is really of no consequence whether a certain word is written with ص or س or ث, if it is written in Roman script. If he knows the language and recognises the word a simple 's' is sufficient to help him with the pronunciation, and if he does not know the language or the word it is of no use for him to write it with *s* or *ṣ* or *s̤* or *th*.

I do not consider this practice of any academic value either; it is nothing more than a bad habit! Therefore, generally speaking, I have ignored these "refinements", keeping only a few by way of sample!

Chronogramic phrases or words are not easy to reproduce in print without errors creeping in, no matter how carefully the checking and the proof reading is done. I therefore apologise for any undetected errors.

Towards the end I have added a large selection of my father's chronograms. These are selected from his collection of chronograms and are written in his own fine hand. They are reproduced here in facsimile and may be of some interest.

In the end I must thank Ralph Russell for his invaluable advice and encouragement in producing this work. And I dedicate this book to him.

August, 1988.

Khalid Hasan Qadiri
Lecturer in Urdu
School of Oriental and African Studies
University of London

In transliteration I have used a simple and easily comprehensible style and have not tried to burden the reader with too many technicalities. In any case I personally disagree with the prevailing fashionable transliteration of "the Arabists" and consider it not only irrelevant but positively confusing and misleading. Harsh words! But let me elaborate. For example, the Arabic name عبد الرحمٰن is written, according to the learned style, 'Abd al-Raḥmān. An uninitiated person would pronounce it as it is written. But everyone who knows Arabic, knows very well that it is always pronounced as Abdur Rahman. Examples can be multiplied. I see no point in writing in Roman script words or phrases that are bound to be mispronounced through no fault of the reader. A reader who is not well versed in Arabic would never know what the different diacritics mean, if they mean anything at all. For instance for ث the academics use ṣ and also *th*. In the first place the pronunciation of the letter ث itself is different among different Arabic-speaking people and for a person other than those, like Urdu or Farsi or Irani speakers, it is not easy to pronounce its real Arabic pronunciation. The same could be observed about other letters like ط ۔ ذ ۔ ص and so on.

FOREWORD

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

The art of the chronogram is an obscure, recondite and much neglected one. There are some who would not even rank it as an art at all. But in Urdu, not to mention other 'Islamic languages', it is highly regarded and rightly termed a science. There was a time when it flourished in all these languages but in most of them it has, for various socio-economic reasons, gone out of fashion; fortunately it never suffered this undeserved fate in Urdu.

In the following pages I have attempted to put together a few facts about this art; I have tried to analyse the process, to assess its value, and to discuss some controversial issues.

To the best of my knowledge very few works exist on this subject in any language and whatever scanty material has been produced, is no longer easily available.

ART AND PRACTICES OF CHRONOGRAM

1989

A.D.

آرٹ اینڈ پریکٹسز آف کرونوگرام

۱۹۸۹ء

بندرِ رالف رسل زادحیاتہٗ

۱۹۸۹ء

JANĀB MAULĀNĀ HĀMID HASAN QĀDIRĪ

AND

THE ART OF THE CHRONOGRAM

1988
A.D.

by

DR. KHALID HASAN QADIRI
(LONDON)